

انوار النبلاء

يَذْكُرُ آيَاتِ وَالْأَحَادِيثَ وَالْأَقْوَالِ الْفَقِيهَاتِ

في شخصيات نبينا محمد وآله

قرآن، حدیث، آثار اور علماء کے اقوال و صحیح کے سنت
کا تحقیقی و جامع و مکمل مجموعہ

مجموعہ

سیدنا ابو محمد و عبدالمقدر
بنی ہاشم و آلہ و انصار و صحابہ و تابعین و غیرہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جی ٹی روڈ پشاور 0314-9074877

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

انارة البدر

بذكر الآيات والاحاديث والآثار واقوال الفقهاء في

تحقيق سنة الفجر

قرآن، حدیث، آثار اور فقہاء کے اقوال سے صبح کے سنت
کی تحقیق میں چاند کو روشن کرنا

مصنف

سید مولانا ابو مقداد عبدالمقدس

ناصر شاہ بن نظر شاہ بن احمد

سکند جلیبی صوابی موبائل 0302-8825262

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب

انارة البدر بذكر الآيات والاحاديث والآثار

واقوال الفقهاء في تحقيق سنة الفجر

مصنف

سید مولانا ابو مقداد عبدالمقدس ناصر شاہ بن نظر شاہ بن احمد

سکنہ جلبنی صوابی موبائل: 0302-8825262

تعداد

۱۰۰۰

قیمت

اول

ایڈیشن

گل روز اینڈ سنز زرعی یونیورسٹی پشاور

کمپوزر

نور اللہ کتوزئی پرنٹرز پشاور 0314-9074877

پرینٹنگ

ملنے کا پتہ

جناب کا مدار خان صاحب تورڈھیرا ڈھ صوابی

۱۔

جناب عبداللہ صاحب تورڈھیر

۲۔

فہرست عنوانات

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۲	حضرت عمرو بن میمونؓ کی روایت	۱	سبب تصنیف و تالیف
۱۳	حضرت ابو جعفرؓ کی روایت	۳	علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں
۱۳	امام مجاہدؓ کی روایت	۳	مشہور غیر مقلد مولانا عبد الجبارؒ لکھتے ہیں
۱۳	حسن بن زیادؓ اور حسن بصریؒ اور دو رکعات فجر	۳	مولانا صلاح الدین یوسفؒ لکھتے ہیں
۱۴	حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت	۴	محمد لقمانؒ غیر مقلد لکھتے ہیں
۱۴	حدیث برید بن ابی مریمؓ عن ابیہ	۴	علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں
۱۵	حدیث نافع بن جبیرؓ عن ابیہ	۸-۶	حضرت عائشہؓ کی روایت
۱۵	حدیث عمران بن حصینؓ	۸	حضرت ابو حمزہؓ کی روایت
۱۶	علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں	۹	ام المؤمنینؓ حضرت حفصہؓ کی روایت
۱۷	الفقیہ الامجد طاہر بن عبد الرشید البخاریؒ لکھتے ہیں	۹	حضرت بلالؓ کی روایت
۱۷	علامہ شامیؒ ابن عابدینؒ لکھتے ہیں	۹	حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت
۱۸	حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت	۱۰	حضرت عمرؓ کی روایت
۱۹	علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں	۱۰	حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت
۱۹	علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں	۱۰	حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت
۱۹	الحافظ محمد بن طاہر بن علی بن احمد المقدسیؒ لکھتے ہیں	۱۱	حضرت انسؓ کی روایت
۲۰	الحافظ الکبیر ابو بکر عبد الرزاقؒ اور یہ روایت	۱۱	حضرت عمرو بن میمونؓ کی روایت
۲۰	الحافظ ابن ابی شیبہؒ اور یہ روایت	۱۱	حضرت ابوالدرداءؓ کی روایت
۲۱	ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعیؒ اور یہ موقوف روایت	۱۲	حضرت عائشہؓ کی روایت
۲۱	علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور یہ حدیث والمزید	۱۲	(۱۶۳) رکعتا الفجر نصلیان فی السفر
۲۲	عرف شذی اور شاہ صاحبؒ کی تحقیق	۱۲	حضرت عائشہؓ کی روایت

۳۳	امام بیہقیؒ نے حدیث ذکر کی ہے	۲۵	حضرت حماد بن زیدؒ اور یہ روایت
۳۳	دوسرا اعتراض	۲۶	حضرت امام ترمذیؒ اور یہ روایت
۳۳	علامہ محمد بن علی النیمویؒ لکھتے ہیں	۲۶	امام بیہقیؒ اور یہ روایت
۳۵	مسلم بن خالد الزنجیؒ پر کلام	۲۶	ابن عدی الجرجانیؒ لکھتے ہیں
۳۵	علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں	۲۷	مولانا محمد یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں
۳۶	علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں	۲۷	دوسرا جواب یہ حدیث عام اور قطعی
			الدلائل نہیں ہے۔
۳۶	اور میزان میں یوں لکھتے ہیں	۲۷	مولانا ظفر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں
۳۷	امام بخاریؒ لکھتے ہیں	۲۹	مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اس حدیث کو نقل
			کر کے لکھتے ہیں
۳۷	امام عقیلی ابو جعفرؒ لکھتے ہیں	۳۰	مولانا ظفر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں
۳۷	امام نسائی رحمہ اللہ لکھتے ہیں	۳۰	تیسرا جواب
۳۸	علامہ ابن عدی الجرجانیؒ لکھتے ہیں	۳۰	علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں
۳۸	الحافظ عبدالرحمن بن ابی حاتمؒ لکھتے ہیں	۳۱	مولانا ظفر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں
۳۹	یحییٰ بن نصر بن حاجب القرشیؒ	۳۱	مولانا محمد یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں
۳۹	علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں	۳۲	چوتھا جواب
۴۰	علامہ ابوالفرج الجوزیؒ لکھتے ہیں	۳۳	حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۴۰	الحافظ نور الدین الہیثمیؒ لکھتے ہیں	۳۳	پانچواں جواب
۴۰	عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازیؒ لکھتے ہیں	۳۴	پہلا اعتراض

۵۳	حدیث مالک بن مغول	۴۱	امام بیہقی اور ترمذی بن نصر بن حاسب
۵۳	مولانا ظفر احمد اور اعتراض و جواب	۴۲	علامہ محمد بن علی النیسوی لکھتے ہیں
۵۳	حدیث محمد بن کعب	۴۳	مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں
۵۵	حضرت امام طحاوی لکھتے ہیں	۴۴	علامہ ابن عدی الجرجانی لکھتے ہیں
۵۶	حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	۴۴	علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں
۵۷	حدیث ابوجہل رحمہ اللہ عنہ	۴۵	دوسرا راوی عباد بن کثیر
۵۸	حدیث و برہ رحمہ اللہ	۴۶	ساتواں جواب از مولانا شبیر احمد عثمانی
۵۸	مقام عبرت	۴۷	حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۵۹	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں	۴۸	امام طحاوی لکھتے ہیں
۵۹	حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ کا فتویٰ	۴۸	حدیث عبداللہ بن مسعود
۶۰	عباد ثلاثہ کا عمل	۴۹	استدراک
۶۰	مولانا انور شاہ کشمیری اور مزید لکھنا	۴۹	صاحب ہدایہ علی بن ابی بکر لکھتے ہیں
۶۱	حدیث حضرت عبداللہ بن عمر نمبر ۴۲	۵۰	امام النیسوی کا قول و فی اسنادہ لین
۶۲	محمد الیاس عبدالغنی باجستری فی الادب الاسلامی	۵۰	علامہ ذہبی لکھتے ہیں
۶۲	الحافظ ابن کثیر لکھتے ہیں	۵۱	ابو اسحاق السبعی عمرو بن عبداللہ
۶۲	مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں	۵۲	حدیث عبداللہ بن ابی موسیٰ
۶۳	حدیث ابوالدرداء رضی اللہ عنہ	۵۲	امام ابو جعفر طحاوی لکھتے ہیں
۶۳	مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں	۵۳	علامہ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں
۶۴	حدیث ابو عثمان المنہدی	۵۴	حضرت عبداللہ بن مسعود کی شخصیت

۸۰	طلوع شمس سے قبل دو رکعتیں سنت پڑھنا	۶۴	مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں
۸۱	پہلا جواب	۶۵	ایک اعتراض کا دفعہ کرنا
۸۲	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں	۶۵	مولانا ظفر احمد عثمانی اور جواب
۸۳	علامہ ابن حجرؒ یوں لکھتے ہیں	۶۵	پہلا، دوسرا اور تیسرا جواب
۸۳	علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں	۶۶	حدیث ابو عثمان الانصاری
۸۳	دوسرا راوی سعد بن سعید	۶۷	حدیث ابن عباسؓ اور عثمانی صاحبؒ
۸۳	علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں	۶۸	حدیث الشعمیؒ عن مسروق رحمہ اللہ
۸۴	علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں	۶۸	مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں
۸۵	علامہ ابن عدی الجرجانی لکھتے ہیں	۶۹	حدیث حسن بصری رحمہ اللہ
۸۵	علامہ ابو جعفر ابن حماد العقلمیؒ لکھتے ہیں	۶۹	حدیث ابوالدرداء رضی اللہ عنہ
۸۵	حضرت امام نسائی لکھتے ہیں	۷۰	حدیث سعید بن جبیر رحمہ اللہ
۸۵	امام ترمذیؒ لکھتے ہیں	۷۰	حدیث ابوالدرداء رضی اللہ عنہ
۸۶	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں	۷۲	صاحب پوسٹر کے سات احادیث اور اس کے جوابات
۸۶	مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں	۷۳	امام بدرالدین عینیؒ شارح بخاری
۸۶	مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ لکھتے ہیں	۷۴	مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ لکھتے ہیں
۸۶	حضرت قاضی شمس الدین نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں	۷۵	حضرت قاضی شمس الدینؒ لکھتے ہیں
۸۷	مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ لکھتے ہیں	۷۵	امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی لکھتے
۸۸	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں	۷۸	مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں

۹۶	حدیث ابن عباسؓ	۸۸	مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں
۹۷	حدیث ابوسعید خدریؓ	۸۸	حدیث عطاء بن ابی رباحؓ
۹۷	حدیث ابوسعید خدریؓ	۸۹	علامہ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں
۹۷	حدیث ابوسعید خدریؓ	۹۰	امام ذہبیؒ لکھتے ہیں
۹۸	حدیث عمرو بن عبسہؓ	۹۱	علامہ عبد الرحمن بن ابی حاتم لکھتے ہیں
۹۸	حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۹۲	علامہ ابوالفرج عبد الرحمن ابن الجوزی لکھتے ہیں
۹۹	حدیث عبد اللہ بن عمروؓ	۹۲	علامہ ابو جعفر ابن حماد العقیلیؒ لکھتے ہیں
۹۹	حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث	۹۲	علامہ ابواحمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی لکھتے ہیں
۹۹	حضرت ابوہریرہؓ	۹۳	دوسرا جواب اور حدیث ابن ابی رباحؓ
۱۰۰	حدیث ابو جابرؓ	۹۳	امام محمد بن علی النعمانیؒ لکھتے ہیں
۱۰۰	حدیث یحییٰ بن سعیدؓ	۹۳	امام ابوداؤدؒ یوں لکھتے ہیں
۱۰۰	حدیث نافعؓ	۹۴	اعتراض اور اس کا جواب از مولانا ظفر احمد عثمانی
۱۰۱	حدیث ابن سیرینؓ	۹۵	امام نیوئیؒ اور دیگر حدیثیں
۱۰۱	حدیث عمرہؓ	۹۶	قبل طلوع خورشید سنت پڑھنے سے منع کی احادیث
۱۰۱	حدیث ابوالعالیہؓ	۹۶	حضرت ابوہریرہؓ کی روایت
۱۰۱	حدیث المعاذ القرشیؓ		

۱۱۷	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں	۱۰۲	حدیث اسمرہ بن جندبؓ
۱۱۷	پھر ایک اخباری سوال کے جواب یوں دیتے ہیں	۱۰۲	حدیث عبداللہ بن عمرؓ
۱۱۷	ایک سوال کا جواب یوں دیتے ہیں	۱۰۳	حدیث حضرت عمرؓ
۱۱۷	اور ایک مقام میں یوں تحقیق کر کے جواب دیتے ہیں	۱۰۳	حدیث حضرت سعدؓ
۱۱۹	صدر مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت محمود الحسن گنگوہیؒ لکھتے ہیں	۱۰۳	حدیث مغیرہ بن شعبہؓ
		۱۰۴	حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں
		۱۰۶	حضرت ابوہریرہؓ
		۱۰۷	اپنے احناف بھائیوں کیلئے
		۱۰۸	مفتی اعظم مزین الرحمن صاحب لکھتے ہیں
		۱۰۹	مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں
		۱۱۰	حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ لکھتے ہیں
		۱۱۱	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں
		۱۱۲	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ لکھتے ہیں
		۱۱۳	اور ایک جواب یوں لکھتے ہیں
		۱۱۵	حضرت مولانا مفتی محمود صاحب لکھتے ہیں
		۱۱۵	اور ایک جگہ یوں لکھتے ہیں

بسم الله الرحمن الرحيم

تقریظ از سلطان المحدثین تقع الاتقیاء شیخ الحدیث مولانا محمد
یار عرف بادشاہ صاحب دامت فیو ضہم.

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد !

فقد اطلعت اجماً لا علی فوائد انارة البدر فی تحقیق سنة الفجر

تالیف لمولانا سید عبد المقدس باچہ صاحب . نوجدته مفیداً جيداً

و اسئل الله تعالى ان ینفع به المسلمین خصوصاً العلماء و الطلبة .

جزاه الله تعالى لمولفه جزاءً جزیلاً واجده اجرأ جمیلاً

انا الاحقر

ابو نعمت اللہ محمد یار بادشاہ

خادم القرآن والحدیث، پنج پیر

۳ ذوالحجہ ۱۳۲۹ھ یوم الثانی

تقریظ از مولانا محمد طیب طاہری ، دار القرآن فنجفیر

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الغلی الکبیر والصلوة والسلام علی محمد بشیرا و نذیرا
وعلی اله و اصحابہ اجمعین و علی من تبعهم باحسان الی یوم الدین۔
اما بعد!

کچھ مسائل ایسے ہیں جن میں پہلے سے تحقیق کے اعتبار سے علماء کا اختلاف
چلا آرہا ہے ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے جو اس کتاب ”انارة البدر“ میں
مذکور ہے۔

مولانا عبدالمقدس صاحب جو کئی کتابوں کا مصنف ہے۔ انہوں نے بڑی
عرق ریزی سے کام کیا اور مسئلہ کی وضاحت کی۔
دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مصنف ہذا الکتاب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

الاحقر محمد طیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله المتوحد بصفاته المتفرد بصنع مخلوقاته المخصوص بقدَم أسمائه
و صفاته القريب المجيد لمن دعاه و الغافر لذنوبه و يقبل توبة من آتاه بقلب
سليم هو الحي العالم الخبير السميع البصير الذي لا مثل له و الصلوة
و السلام على سيدنا محمد الهادي المبين لكتابه الذي كمل كل نقص بأوضع
شريعة فلم يترك شيئاً يقربنا الى الله الا و قد حدثنا به و لم يترك شيئاً
يبعدنا عن النار الا و قد حدثنا به صلى الله تعالى عليه و على آله و اصحابه
الذين هم نجوم الهدى فيهم نهدى .

آما بعد! زیر نظر کتاب ”انارة البدر بذكر الآيات والآحادیث والآثار و اقوال الفقهاء لتحقيق سنّة
الفجر“ حضرت مولانا علامہ عبدالمقدس باجا صاحب کی جدید تصنیف ہے۔ جو کہ سنت فجر کی اہمیت
کے پیش نظر لکھی گئی ہے۔ سنت فجر دوسری سنتوں کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت کے حامل ہے۔
اور بقول نبی ﷺ من فاتته ركعتا الفجر فکانما وتر مالہ و اہلہ، جس آدمی سے فجر کی سنت فوت
ہو جائیں تو گویا اس کا مال و اہل تمام کے تمام تباہ ہو گئے بناء علی ہذا علمائے اسلام اور فقہائے
عظام نے اسکی اہمیت کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ لیکن آج کل بعض حضرات عملاً اس اہمیت سے یا
تو منکر ہیں اور یا حد سے متجاوز، مابین مفرط و مفرط۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت العلامة
مولانا عبدالمقدس صاحب سکنہ جلبی کو کہ انہوں نے اس مسئلہ پر ایسی محققانہ کتاب لکھی جس کی
نظیر نہیں ملتی اور اپنے موضوع منفرد حیثیت کی حامل کتاب ہے۔

سنت فجر کے ساتھ متعلقہ تمام مسائل پر تقریباً ۷۲ سے زیادہ احادیث، آثار اور اقوال فقہاء کو
ذکر کر کے مسئلہ کا حق ادا کر دیا ہے۔ اور دلائل خصوم کی خوب پوسٹ مارٹم کی ہے۔ اس

موضوع پر ایسی جامع کتاب نظر سے نہیں گزری

ہماری جماعت کے لئے حضرت مولانا عبدالمقدس صاحب جیسے افراد قابل فخر ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے علم، عمر اور عمل میں برکت عطا فرمائے۔

کتاب کے افادیت کے پیش نظر تمام مستفیدین سے گزارش ہے کہ پہلی فرصت میں کتاب

خرید کر استفادہ کریں۔

و انا العبد الضعیف

ابو رشید سلطان غنی عارف الطاہری

أحد من ادانی للامذہ شیخ العرب والعجم

شیخ القرآن و الحدیث علامہ مولانا محمد طاہر برد اللہ مضجعہ و نور

مرفدہ

بسم الله الرحمن الرحيم

تقریظ از مولانا محمد عبد الجبار صاحب دار القرآن فنجفیر

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم : اما بعد!

بندہ حقیر پر تقصیر نے مشہور عالم دین حضرت مولینا عبدالمقدس بادشاہ صاحب کی تصنیف شدہ بہترین کتاب بنام انارۃ البدر کا کم و بیش مطالعہ کیا۔ حقیقت میں مصنف نے محققانہ انداز میں قرآن وحدیث سے قولی اور فعلی دلائل پیش کیے ہیں اور محدثین عظام، فقہائے کرام کے اقوال کے ساتھ ساتھ اکابر دیوبند کے فتوے بھی شامل کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مصنف کے لئے صدقہ جاریہ رکھے اور عام وخاص مسلمانوں کے لئے اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز مصنف کے علم، عمل، عمر اور قلم میں مزید برکت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

الاحقر محمد عبد الجبار صاحب غفر لہ و الوالدیہ و لمشاءخہ و
لائل بیتہ و لجميع المؤمنین و المؤمنات حالا! نزیل دار القرآن
فنجفیر

یوم الثلاثاء ۱۹ ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ بمقام خانہ جناب میجر محمد
عامر صاحب ۷ بجکر ۳۱ منٹ۔

بسم الله الرحمن الرحيم

تقریظ از مفتی سراج الدین موضع ڈھوک تحصیل و ضلع صوابی۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين و على آله و
اصحابه اجمعين.

اما بعد فقد طالبت بعض مواضع هذا الكتاب المسمى به
انارة البدر صنفه و الفه اخى فى الله مولينا عبد المقدس سلمه
القدوس و لا يمكن لى النظر العميق و المطالعة من الاول الى الآخر
لكثرة المشاغل و لقلة البضاعة فوجدته جيداً فى هذا الموضوع
فجزاه الله عنى و عن سائر الاحناف خيرا الجزا و بارك الله فى
علمه آمين يا رب العالمين .

احقر سراج الدين

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين
وعلى آله واصحابه الطيبين الطاهرين الى يوم الدين اما بعد .

سبب تصنیف و تالیف

اللہ تعالیٰ کا امتحان ہے جو اپنے نیک بندوں اور مسلمانوں پر ہر روز ہوتا رہتا ہے۔ کافر
قومیں مسلمانوں اور اسلام کی بنیاد میں نہایت مصروف اور سرگرم ہیں اور ان پر طرح طرح کے
الزامات توپنے سے نہیں تھکتیں۔ ایک یلغار ہے کہ یہ دہشت گرد ہیں، انتہاء پسند ہیں، تنگ نظر
ہیں یا قدامت پسند ہیں۔ کافر مردوں کا تو کیا کہنا کافر عورتیں بھی ایک اسلامی ملک
پاکستان میں اسلام کی تحقیر و تذلیل میں لگیں ہیں۔ قادیانی لابی سے ملکر اسلام کی تضحیک کرتی ہیں۔
اسلامی شعائر کا مذاق اڑاتی ہیں اور اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ اور ظالمانہ سزائیں قرار دیکر انہیں ختم
کرانے کے لئے کوشاں ہیں۔

فحاشی، عریانی اور مادر پدر آزاد معاشرے کیلئے سر توڑ کوشش کرتی ہیں اور مسلمان عورتوں
کو اپنے مذہب اور معاشرتی اقدار سے باغی بنارہی ہیں اور مغربی طرز و سوسائٹی کیلئے کوشاں ہیں
۔ جناب نبی کریم ﷺ کے کارٹون بناتے ہیں اور ان کی توہین کرتے ہیں اور مسلمانوں کی غیرت
و جذبات کو لٹکا کر قانون توہین رسالت کو منسوخ کرانے کیلئے جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔
مساجد و مدارس کی بربادی و ویرانی میں سنت ابرہہ اور فرعون کی طریقہ کے موجدین ہیں۔ علماء و طلباء
بڑی بیدردی و بے رحمی کے ساتھ قتل کیا جاتا ہے اور ایک بے بسی اور یاس کا عالم طاری ہے اور
ایسے ناگفتہ بہ حالات میں ہماری زبان سے بے ساختہ یہ کلمات جاری ہوتے ہیں کہ دہنا

اخر جنا من هذه القرية الظالم اهلها وجعل لنا من لدنك وليا وجعل لنا من
لدنك نصير ۱۔ اس پر مستزاد یہ کہ مسلمانوں کو دین اسلام سے بد دل کرا کے عیسائی بنایا جا رہا
ہے۔ ایک انکشافی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں ۱۸ ہزار سے زائد افراد عیسائیت قبول کر چکے
ہیں۔ اور چاروں صوبوں میں عیسائیت کے پرچار کیلئے ریڈیو پر چوبیس گھنٹے نشریات ہوتی ہیں۔
اسی طرح بعض اطلاعات کے مطابق دنیا کے تقریباً ۵۰ ملکوں میں قادیانیوں کا منظم اور مربوط
نیٹ ورک موجود ہے بعض رپورٹوں کے مطابق افریقہ میں سینکڑوں دیہات قادیانیت قبول
کر چکے ہیں۔ حاصل یہ کہ کفر خوشی کا ناچ رچ رہا ہے۔ علماء کرام اور طلباء دین اور مسلمانوں کا
خون عید الاضحیٰ کے جانوروں کی طرح بہایا جا رہا ہے اور دین اسلام پر ہر طرف سے تیز و تند
آندھیوں کا یلغار ہے اور اہل اسلام سرگرمیاں ہو کر اللہ تعالیٰ کی حضور روتے ہیں کہ ایسے
گزرے دور میں کہ ہمارے کلیجے منہ کو آئے ہیں کسی مجھول شخص نے ایک پوسٹر بنام (جب صبح کی
جماعت کھڑی ہو تو سنتیں ادا نہیں ہوتیں) چھاپا ہے اور پھر بعض نے میرے جذبات مجروح
کرنے کے لئے ایک خفیہ طریقے سے میرے پائی پر رکھ کر چھوڑ دیا تو میں نے بھی بسم اللہ پڑھ کر
کچھ لکھنے کا ارادہ کیا واللہ ولی التوفیق وعلیہ التحکمان اگرچہ واللہ ایسا وقت ہے کہ العین تدمع
والقلب يحزن وانا على تذليل الاسلام والمسلمين لمحزون . اللهم ایدا
لاسلام والمسلمين فى كل مكان واخذل الكفرة والمشرکين والمبتدعین
والدهريين فى امريکا واوربا وروس بل فى كل مكان اللهم واعوانهم يارب
لا تذر على الارض من الکافرين ديارا انک ان تذرهم يضلوا اعبادک
ولا يلدوا الا فاجرا کفاراً . آمین وصلى الله على النبى کریم .

الحمد لله ذي المس والاحسان الذي قال في الفرقان ومن الليل فسبحه
 وادبار النجوم وصلى الله على النبي الكريم الذي قال لاتدعوهما وان
 طردتكم الخيل على الله واصحابه الذين هم نجوم السماء بالافتداء والاهتدا
 الى يوم الدين امامه فقد قال الله بارك وتعالى ومن الليل فسبحه
 وادبار النجوم۔ طور آیت ۴۹ اور رات کے وقت بھی اس کی پاکی بیان کیجئے اور ستاروں کے
 ڈوبنے کے بعد بھی۔ انتم قہتان غیر مقلد تفسیر الرحمن ص ۱۴۸۵
علامہ شوکانی لکھتے ہیں

آپ اپنی تفسیر میں یوں نقل کرتے ہیں:

واخرج ابن مردويه عن ابی هريرة عن النبي ﷺ في قوله ومن الليل فسبحه
 قال الركعتان قبل صلوة الصبح . فتح القدیر ، ص ۸۹۶ ح ۲
 حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے اس آیت ومن الليل فسبحه کی تفسیر میں روایت
 کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے صبح کی نماز سے پہلے سنت مراد ہے۔
مشہور غیر مقلد مولانا عبد القہار لکھتے ہیں

وادبار النجوم سے مراد فجر کی دو سنتیں ہیں ابن عباسؓ سے یہ تفسیر منقول ہے۔ ابن کثیر و جامع البیان
 ۔ حاشیہ تفسیر ستاری ص ۷۴۰ ج ۲

مولانا صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں

اس سے مراد فجر کی دو سنتیں ہیں۔ نوافل میں سب سے زیادہ اس کی نبی ﷺ حفاظت فرماتے تھے
 اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا ”فجر کی دو سنتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں، تفسیر غیر مقلد محمد
 جونا گڑھی ص ۱۴۹۰۔

محمد لقمان غیر مقلد لکھتے ہیں

اور ابن عباسؓ کے نزدیک ادبار النجوم سے مراد نماز فجر سے پہلے کی دو رکعتیں ہیں۔ صحیحین میں عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ فجر کی دو رکعتوں سے زیادہ کسی نفل نماز کا اہتمام نہیں کرتے تھے اور امام مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ فجر کی دو (سنت) رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ (تیسیر الرحمن، ص ۱۴۸۶)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ومن الليل فسبحه وادبار السجود . ق . ۴۰

اور رات میں اس کی پاکی بیان کیجئے اور سجودوں کے بعد بھی از محمد لقمان غیر مقلد تیسیر الرحمن، ص ۱۴۶۵۔

علامہ شوکانی لکھتے ہیں

واخرج الترمذی وابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم وصححه وابن مردويه عن ابن عباس قال بت عند رسول الله ﷺ فصلی رکعتین خفیفین قبل صلوۃ الفجر ثم خرج الى الصلاة فقال يا ابن عباس رکعتان قبل صلوۃ الفجر ادبار النجوم و رکعتان بعد المغرب ادبار السجود .

واخرج مسدد فی مسنده وابن المنذر وابن مردويه عن علی بن طالب قال : سالت رسول الله ﷺ عن ادبار النجوم وادبار السجود فقال ادبار السجود رکعتان بعد المغرب وادبار النجوم الركعتان قبل الغداة .

واخرج محمد بن نصر فی "الصلاة" وابن منذر عن عمر بن الخطاب :

ادبار السجود رکعتان بعد المغرب وادبار النجوم رکعتان قبل الفجر .

واخرج سعيد بن منصور وابن ابی شیبہ وابن نصر وابن جریر وابن المنذر
والبیہقی فی الاسماء والصفات عن علی بن ابی طالب مثله .

واخرج ابن ابی شیبہ وابن نصر وابن جریر وابن منذر وابن مردويه عن ابی
هريرة مثله . (فتح القدیر، ص ۸۷۵، ج ۲)

یہ روایات امام سیوطی نے الدر المنثور ص ۱۳۱ پر بھی نقل کی ہیں۔

امام ترمذی..... نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے، آپ کہتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ ﷺ کے پاس رات گزاری آپ ﷺ نے نماز فجر سے پہلے دو خفیف سی رکعتیں نماز کی
پڑھی پھر فرض نماز کیلئے نکلے۔ پس ارشاد فرمایا: اے ابن عباس! نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں
ادبار النجوم ہیں اور ادبار السجود سے مراد مغرب کے بعد دو رکعتیں سنت ہیں۔ اور مسدود نے اپنی
مسند میں.... حضرت علیؓ بن ابی طالب سے روایت نقل کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول
اللہ ﷺ سے ادبار النجوم اور ادبار السجود کے بارے میں پوچھا کہ ان سے کیا مراد ہے سو آپ ﷺ
نے فرمایا کہ ادبار السجود سے مراد نماز مغرب کے بعد دو رکعتیں ہیں اور ادبار النجوم سے مراد فجر
سے پہلے دو رکعات ہیں۔

..... اور عمر بن الخطابؓ سے روایت ذکر کی ہے کہ نماز مغرب کے بعد دو رکعات ادبار السجود ہیں اور
صبح کی نماز سے پہلے دو رکعات ادبار النجوم ہیں۔

..... اور امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب الاسماء والصفات میں حضرت علیؓ بن ابی طالب سے اسی طرح
کی روایت ذکر کی ہے۔

اور ابن شیبہؒ..... وغیرہ نے اسی طرح کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے۔

دیکھئے جامع الترمذی، ص ۱۶۳، ج ۲ کتاب التفسیر۔ اور امام حاکم نے یہ روایت المستدرک علی

۱۔ بخاری، ج ۴۶۶، کتاب صلوٰۃ التطوع میں ذکر کی ہے۔

سنت فجر پڑھنے میں ترغیبات اور احادیث

سنت فجر پڑھنے میں بہت ساری حدیثیں آئی ہیں جن سے اس کی اہمیت اور فضیلت معلوم ہوتی ہے

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت

عن عائشہ قالت لم یکن النبی ﷺ علی شنی من النوافل اشد تعاهداً منه علی

رکعتی الفجر. (بخاری، ص ۱۵۶، ج ۱. مسلم، ص ۲۵۱، ج ۱)

ابوداؤد، ص ۱۸۵، ج ۱. مسند احمد، ص ۴۳، ۵۴، ۱۸۰، ج ۶ مشکوٰۃ

، ص ۱۰۴. تیسیر الرحمن، ص ۱۴۸۶، غیر مقلد تفسیر. آثار السنن

، ص ۲۱۶. الامام النیسوی الترمذی، ص ۲۰۱، ج ۱

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت الصديقؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ جتنا سخت

اہتمام نماز فجر کی سنتوں کا فرماتے تو نوافل میں سے کسی اور کا اتنا اہتمام نہ فرماتے تھے۔

۲۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت

عن عائشہ ان النبی ﷺ کان لا یدع اربعاً قبل الظهر ورکعتین قبل الغداۃ.

(بخاری ص ۱۵۷ ج ۱، آثار السنن ص ۲۱۷، نسائی ص ۲۵۳ ج ۱).

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے کی چار

رکعات اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

۳۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت

و عن عائشة رضی اللہ عنہا عن النبی ﷺ قال رکعتا الفجر خیر " من الدنیا
وما فیہا (مسلم ص ۲۵۱ ج ۱، ترمذی ص ۹۲، ۹۵ ج ۱، نسائی ص
۲۵۳ ج ۱، مستدرک ص ۳۵۰ ج ۱، کنز العمال ص ۱۵۱ ج ۷، مشکوٰۃ
ص ۱۰۴، الترغیب ص ۲۰۱ ج ۱، آثار السنن ص ۲۱۷، تیسیر الرحمن
ص ۱۳۸۶، المصنف لابن ابی شیبہ ص ۱۴۴ ج ۲)۔

حضرت عائشہ عقیقہ کائنات رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا
ہے کہ فجر کی دو رکعتیں یعنی سنت دنیا اور مافیہا تمام اشیاء و موجودات سے بہتر ہیں۔

۴۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت

و عن عائشة رضی اللہ عنہا عن النبی ﷺ انه قال فی شأن الرکعتین عند
طلوع الفجر لہما احب الی من الدنیا جمیعاً (مسلم ص ۲۵۱ ج ۱، الترغیب
والترہیب ص ۲۰۱ ج ۱، کنز العمال ص ۱۵۳)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے طلوع فجر کے وقت دو
رکعات سنتوں کی شان میں ارشاد فرمایا ہے کہ یہ دو رکعتیں مجھے ساری دنیا سے محبوب تر ہیں۔

۵۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت

و عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت ما رأیت رسول اللہ ﷺ یسرع الی شئی
من النوافل اسراعه الی رکعتی الفجر و لا الی عتمة (مصنف ابن شیبہ ص
۱۴۴ ج ۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی کسی

نوافل کو اتنا جلدی ادا کرنے والا نہیں دیکھا جتنا کہ فجر کی دو رکعات سنتوں کو جلدی ادا کرتے تھے اور اتنی جلدی سے نماز عشاء کی سنتوں کو بھی ادا نہیں فرماتے۔

۶۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

عن جعفر بن برقان قال بلغنی ان عائشة كانت تقول حافظوا علی رکعتی

الفجر فان فیہما الخیر و الرغائب (مصنف ابن شیبہ ص ۱۴۴ ج ۲)۔

حضرت جعفر بن برقان سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ دو رکعات سنتوں پر پابندی کرو ان میں خیر اور عطیات ہیں۔

۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تدعوہما و ان

طردتکم الخیل (ابوداؤد ص ۱۸۶ ج ۱، مسند احمد ص ۴۰۵ ج ۲، کنز

العمال ص ۱۵۱ ج ۷، الترغیب و الترهیب ص ۲۰۲ ج ۱)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”فجر کی دو رکعات سنتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ تم کو گھوڑے روند ڈالیں۔“

۸۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت

عن عبد ربہ قال سمعت ابا ہریرۃ رضی اللہ عنہ يقول لا تدع رکعتی الفجر و

لو طردتک الخیل (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۴۴ ج ۲)۔

عبدالربہ سے روایت ہے آپ نے کہا ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے

وہ فرمایا کرتے تھے کہ صبح کی دو رکعات سنتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ تم کو مصیبت

پہنچائیں۔

۹۔ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی روایت

عن حفصة رضي الله عنها قالت اربع لم يكن يدعهن النبي ﷺ صيام
عاشوراء والعشر و ثلاثة ايام من كل شهر و ركعتين قبل الغداة (نسائي ص
۳۲۸ ج ۱، مسند احمد ص ۲۸۷ ج ۶)۔

حضرت حفصہ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ چار چیزیں ہیں جو نبی اکرم ﷺ نے کبھی بھی
نہیں چھوڑیں یوم عاشورہ کا روزہ اور دس دن ذی الحجۃ کے اور ہر مہینے کے تین روزے فجر سے
پہلے دو رکعات سنتیں۔

۱۰۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت

عن بلال..... وانه ابطأ عليه بالخروج فقال ان كنت ركعت ركعتي الفجر
فقال يا رسول الله ﷺ انك اصبحت جداً قال لو اصبحت اكثر مما
اصبحت لركعتيهما واحسنتهما واجملتهما۔ (ابوداؤد، ص ۱۸۶، ج ۱۔ کنز العمال
ص ۱۵۲، ج ۷)

حضرت بلال سے روایت ہے..... اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر نکلنے میں دیر کر دی پس آپ
ﷺ نے فرمایا کہ میں فجر کی دو رکعات سنتیں اداء کر رہا تھا سو بلال نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ
نے تو بہت زیادہ صبح کی آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں اس سے بھی زیادہ صبح کروں جو میں نے کی
ہے تو بھی ضرور ان سنتوں کو پڑھوں گا اور احسن و خوب تر پڑھوں گا۔

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت

عن وليد بن عبد الرحمن عن ابن عمر انه قال يا حمران لاتدع ركعتين قبل
الفجر فان فيها الرغائب۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ص ۱۴۴، ج ۲۔ کنز العمال

(ص ۱۵۳، ج ۷)

حضرت ولید بن عبدالرحمن سے روایت ہے وہ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا اے حمران فجر کی نماز سے پہلے دو رکعات سنتیں نہ چھوڑیے اس لئے کہ اس میں بہت سے عطیات ہیں۔

۱۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت

سعید بن جبیر قال : قال عمرؓ فی الر کعتین قبل الفجر هما احب الی من حمر النعم۔ (منصف ابن ابی شیبہ، ص ۱۳۳، ج ۲)

حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز فجر سے پہلے دو رکعات سنتوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ دونوں میرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہیں۔

۱۳۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت

ان الله عز وجل زادكم صلاة الى صلاتكم هي خير من حمر النعم الا وهي ركعتان قبل صلاة الفجر (ق. ک عن ابی سعید) (کنز العمال، ص ۱۵۲، ج ۷)
اللہ عز وجل نے آپ کیلئے آپ کی نماز کیساتھ ایک نماز زیادہ کی ہے وہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے خبردار اور وہ نماز صبح سے پہلے ۲۰ رکعات سنتیں ہیں۔

۱۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت

ان طلبتک الخیل هارباً فلا تنرکن رکعتی الفجر (ابو الشیخ فی الثواب و الدیلمی عن ابی ہریرہ، کنز العمال، ص ۱۵۲، ج ۷)

۱۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت

لا یحافظ علی رکعتی الفجر الا اواب (ہب عن ابی ہریرہ، کنز العمال،

(ص ۱۵۱)

صبح کی دو رکعات سنتوں پر اللہ تعالیٰ کو کثیر الرجوع آدمی ہی پابندی کرتا ہے۔

۱۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت

علیکم بر کعتی الفجر فان فیہما الرغائب (ابن الحارث عن انس) (کنز العمال، ص ۱۵۱، ج ۷) صبح کی دو رکعات سنتوں کو ضرور ادا کرو اس لئے کہ ان میں بہت عطیات ہیں۔

۱۷۔ حضرت عمرو بن میمونؓ کی روایت

حدثنا هشیم قال انا حصین قال سمعت عمرو بن میمون یقول کانوا لا یترکون اربعاً قبل الظہر وز کعتین قبل الفجر علی حال۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ص ۱۴۴، ج ۲، ص ۴۲۶، ج ۱)

..... حصینؓ کہتے کہ میں نے حضرت عمرو بن میمون سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ لوگ (صحابہ و تابعین) نماز ظہر سے پہلے چار رکعات سنت اور نماز فجر سے پہلے دو رکعات سنت کسی حال میں نہیں چھوڑتے تھے۔

۱۸۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت

وعن ابی الدرداء قال اوصانی خلیلیؓ بثلاث بصوم ثلاثة ایام من کل شهر والوتر قبل النوم ور کعتی الفجر۔ (رواہ الطبرانی باسناد جید، الترغیب، ص ۲۰۲، ج ۱)

اور حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ مجھے میرے دوست علیؓ نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے۔ ہر مہینے میں سے تین دن کے روزہ رکھنا اور نیند سے پہلے وتر نماز پڑھنا اور نماز فجر کے دو رکعات سنت پڑھنا۔

۱۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی روایت

كان لا يدع ركعتي الفجر في السفر ولا في الحضر ولا في الصحة ولا في السقم . (خط عن عائشة ، كنز العمال ، ص ۲۲ ، ج ۷)

رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعات سنت نہ سفر میں چھوڑتے اور نہ حضر (اقامت) میں نہ صحت میں اور نہ بیماری کی حالت میں ۔ بلکہ ابن ابی شیبہ نے باب قائم کیا ہے ۔ کہ سنت فجر سفر میں بھی پڑھی جائیں گی ۔ اور اس میں چار احادیث ذکر کی ہیں ۔

(۱۶۴) رکعتا الفجر تصليان في السفر .

۲۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت

عن عائشة قالت : اما ما لم يدع صحيحا ولا مريضا في سفر ولا حضر غائبا ولا شاهدا تعني النبي ﷺ فركعتان قبل الفجر . (مصنف ابن ابی شیبہ ، ص ۴۲۶ ، ج ۱)

حضرت عائشہ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جو نماز نہ صحت میں چھوڑتے اور نہ مرض کی حالت میں اور نہ اقامت میں نہ غیوبت میں اور نہ حاضری کی حالت میں یعنی رسول اللہ ﷺ نے ہر حالت میں پڑھی ہے سو وہ صبح کی دو رکعات سنتیں ہیں ۔

۲۱۔ حضرت عمر و بن میمون اودی رحمہ اللہ کی روایت

..... قال سمعت عمر و بن ميمون الاودي يقول كانوا لا يتركون اربعا قبل الظهر وركعتين قبل الفجر على حال . (مصنف ابن ابی شیبہ ، ص ۴۲۶ ، ج ۱)
ترجمہ ۷ نمبر اثر میں گزر چکا ہے ۔

۲۲۔ حضرت ابو جعفر کی روایت

عن ابی جعفر قال کان رسول اللہ ﷺ لا یدع الر کعتین بعد المغرب والر کعتین قبل الفجر فی حضر ولا سفر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ص ۴۲۶، ج ۱)
 ابو جعفر سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز مغرب کی دو رکعات سنت نہیں چھوڑتے اور نماز فجر سے پہلے دو رکعات سنت نہیں چھوڑتے تھے نہ اقامت کی حالت میں اور نہ سفر کی حالت میں۔

۲۳۔ امام مجاہد کی روایت

عن مجاهد قال سأله اکان ابن عمر یصلی رکعتی الفجر قال مارأیته یتروک شیئا فی سفر ولا حضر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ص ۴۲۶، ج ۱)
 امام مجاہد سے روایت ہے (ابن عون) کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا عبد اللہ بن عمر نماز فجر کی دو رکعتیں پڑھتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی چیز کو چھوڑا ہو نہ سفر میں اور نہ حضر میں۔

(حسن بن زیاد اور حسن بصریؒ اور دو رکعات فجر)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں: رکعتان قبل فريضة الفجر أكد التطوعات وروی حسن بن زیاد عن ابی حنیفة وجوبهما وقال بوجوبهما الحسن البصری کما فی فتح الباری . وبعض مسائل الحنفية دالة على الوجوب مثل عدم جوازهما قاعدا واما قضاءهما بعد الطلوع بلا فرض فهو الصواب للحنفی کان محمد یقول بقضاءهما منفردا بعد الطلوع قبل الزوال وعنهما ایضاً روی لابأس

بقضاء هما . (العرف الشذی، ص ۹۷، باب ماجاء فی رکعتی الفجر)
 فجر کی فرض نماز سے پہلے کی دو رکعات سنتیں بہت مؤکد تطوعات میں سے ہیں اور حسن بن زیادؒ
 نے امام ابوحنیفہؒ سے اس کا وجوب روایت کیا ہے اور حسن بصریؒ نے بھی ان دونوں کے وجوب کا
 قول کیا ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔ اور احناف کے بعض مسائل بھی وجوب پر دلالت کرتے
 ہیں جیسا کہ یہ بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں اور جو سورج طلوع ہونے کے بعد بغیر فرض کے ان دونوں کا
 قضا پڑھنا ہے پس یہ تو صحیح احناف کا مسلک ہے۔ امام محمدؒ زوال سے پہلے اور طلوع آفتاب کے
 بعد ان دونوں کی قضاء پڑھنا بتاتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے بھی روایت کی گئی
 ہے کہ ان دونوں کا قضاء پڑھنا جائز ہے۔

۲۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت

عن ابی ہریرۃؓ قال عرسنا مع نبی ﷺ فلم نستقیظ حتی طلعت الشمس
 ثم صلی سجدتین ثم اقیمت الصلوۃ فصلی الغداۃ۔ (مسلم، ص ۲۳۸،

باب قضاء الصلوۃ الفائتۃ، نسائی، ص ۱۰۲، ج ۱، مسند احمد

۴۲۸، ۴۲۹، ج ۲)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کے ساتھ رات کی آخر میں
 آرام کیلئے اتر گئے پس ہم نیند سے بیدار نہیں ہوئے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوا..... پھر دو
 رکعات فجر کی سنت پڑھیں پھر اقامت ہو گئی پس نماز فجر پڑھی۔

۲۵۔ حدیث برید بن ابی مریم عن ابیہؓ

عن برید بن ابی مریم عن ابیہ قال کنا مع رسول اللہ ﷺ فی سقر فلم
 یستقیظ الا بالشمس قد طلعت علینا فامر رسول اللہ ﷺ المؤذن فاذن ثم

صلی الر کعبین قبل الفجر ثم امره فاقام فصلى بالناس - (نسائی، ص ۱۰۲، ج ۱)
 حضرت برید بن ابی مریم سے روایت ہے وہ اپنے باپ ابو مریم سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے
 ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کیساتھ سفر میں تھے..... پس آپ نیند سے بیدار نہ ہوئے حتیٰ کہ ہم پر
 سورج طلوع ہوا تھا۔ سور رسول اللہ ﷺ نے مؤذن کو اذان کا حکم کیا پس ان نے اذان کی پھر آپ
 ﷺ نے نماز فجر سے پہلے دو رکعات سنت پڑھی پھر مؤذن کو حکم کیا تو اس نے اقامت کی پس
 آپ ﷺ نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔

۲۶۔ حدیث نافع بن جبیر عن ابیہ

عن نافع بن جبیر عن ابیہ ان رسول الله ﷺ قال فی سفر له من یکلون اللیلۃ
 لا یرقد عن الصلوۃ عن صلوۃ الصبح قال بلال انا فاستقبل مطلع الشمس
 ثم اذن بلال فصلی رکعتین وصلوا رکعتی الفجر ثم صلوا الفجر۔
 (نسائی، ص ۱۰۲، ج ۱)

حضرت نافع بن جبیر اپنے باپ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
 نے اپنے ایک سفر میں ارشاد فرمایا کہ آج رات کون ہماری حفاظت کرے گا کہ نماز سے یعنی نماز
 فجر سے (غافل) سونہ جائیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہ کام کروں گا پس مطلع
 سورج کے رو برو ہو کر بیٹھ گیا۔۔۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کی سور رسول اللہ
 ﷺ نے دو رکعات سنتیں پڑھیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی فجر کی دو رکعات
 سنتیں پڑھ لیں پھر نماز فجر پڑھ لی۔

۲۷۔ حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

عن عمران بن حصین قال سرینا مع رسول الله ﷺ فلما کان من آخر

اللیل عر سنا.... ثم امر بلالا فاذا ن ثم صلى الركعتين قبل الفجر ثم اقام
فصلينا.... (مسند احمد ص ۴۴۱ ج ۴).

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے
ساتھ رات میں سفر کرتے تھے پس جب رات کی آخر ہو گئی تو ہم آرام کے لئے اتر
گئے۔۔۔ پھر آپ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا پس اس نے آذان دی پھر
آپ ﷺ نے قبل الفجر دو رکعات سنتیں پڑھ لیں پھر بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت
کی پس ہم نے نماز فجر پڑھ لی۔

اور بھی کئی احادیث ہیں جو نصب الراية کتاب الصلوة میں ذکر کی گئی ہیں۔ ان احادیث کی روشنی
میں سنت فجر کی فضیلت مقام اور اہمیت و فوقیت بھرپور طریقے سے ظاہر ہے اور اس وجہ سے
احناف کا مسلک ہے کہ اگر کوئی آدمی مسجد میں داخل ہوا اور اس نے صبح کی سنت نہیں پڑھی ہیں
اور امام فرض نماز کے لئے مصلیٰ پر کھڑا ہے اور اس آدمی کو دوسری رکعت میں امام کے ساتھ
شامل ہونے کی توقع ہے تو وہ مسجد کے کسی کونے میں یا مسجد سے باہر کے حصے میں اگر سردی ہو
اور امام اندر حصے میں امامت دے رہا ہے یا یہ آدمی مسجد کے اندر حصے میں اگر گرمی کا
موسم ہو اور امام باہر حصے میں نماز پڑھا رہا ہو سنت پڑھ کر یا کسی ستون کے پیچھے سنت پڑھ کر
امام کے ساتھ شامل ہو جائے اور صف کے متصل سنت پڑھنا سخت مکروہ ہے
علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں

و الا فعلى باب المسجد و الافقى المسجد الشئى ان كان الامام فى الصفى
او عكسه ان كان ير جوا دراكه و ان كان المسجد واحدا يأتى بهما فى
ناحية المسجد و لا يصليهما مخالطاً للصف مخالفا للجماعة فان فعل ذلك

یکره اشد الکراهة (البحر الرائق ص ۳۸).

الفقه الامجد طاهر بن عبدالرشید البخاریؒ لکھتے ہیں

و فی الجامع الصغير رجل انتهى الى الامام و الناس فی صلوة الفجر ان رجلا ان
يدرك ركعة فی الجماعة تأتي بركعتي الفجر عند باب المسجد وان لم
يمكن تأتي بهما فی المسجد الشئوي ان كان الامام فی الصفي وان كان الامام
فی الشئوي هو تأتي فی الصفي وان كان المسجد واحد ايقف فی ناحية
المسجد ولا يصليها مخالطا للصف مخالفا للجماعة فان فعل ذلك يكره
اشد الكراهة والا فضل ان يصليها فی البيت لما مر : (خلاصة الفتاوى
ص ۶۱، ۶۲، ج ۱)

علامہ شامی ابن عابدینؒ لکھتے ہیں

والحاصل ان السنة فی سنة الفجر ان يأتي بها فی بيته والا فان كان عند باب
المسجد مكان صلاحا فيه والا صلاحا فی الشئوي او الصفي ان كان
للمسجد موضعان والا فخلف الصفوف عند سارية لكن فيما اذا كان
للمسجد موضعان والا امام فی احدهما ذكر فی المحيط انه قيل لا يكره لعدم
مخالفة القوم وقيل يكره لانهما مكان واحد قال فاذا اختلف المشايخ فيه فالأ
فضل ان لا يفعل قال فی النهر وفيه افادة انها تنزيهية اه لكن فی الحلية
قلت وعدم الكراهة اوجه للآثار التي ذكرنا اه ثم هذا كله اذا كان الامام فی
الصلوة اما قبل الشروع فيأتي بها فی اي موضع شاء كما فی شرح المنية .
قال الربيعي واما بقية السنن ان امكنه ان يأتي بها قبل ان يركع الامام اتى بها

خارج المسجد ثم اقتدى وان خاف فوت ركعة اقتدى - (رد المحتار على الدر المختار، ج ۵، ص ۵۳۰، ۱ ج)

نوٹ: حاصل ترجمہ وہی ہے جو تینوں عبارات سے قبل لکھا جا چکا ہے۔

۲۸۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت

پوٹروالے نے سب سے پہلے جو روایت حضرت ابوہریرہؓ سے ذکر کی ہے اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة . امام طحاویؒ نے اس حدیث سے یہ جواب ذکر کیا ہے کہ ان ذلك الحديث الذي احتجوا به اصله عن ابي هريرة لا عن النبي ﷺ هكذا رواه الحفاظ عن عمرو بن دينار . حدثنا ابو بكر قال ثنا ابو عمر الضري قال انا حماد بن سلمة وحماد بن زيد عن عمرو بن دينار عن عطاء بن يسار عن ابي هريرة بذلك ولم يرفعه فصار اصل هذا الحديث عن ابي هريرة لا عن النبي ﷺ - (شرح معاني الآثار للطحاویؒ، ص ۲۵۴، باب الرجل يدخل المسجد والامام في صلوة الفجر ولم يكن ركع ابركع ولا يركع)

یہ حدیث جس پر انہوں نے استدلال کیا ہے اس کا اصل حضرت ابوہریرہؓ سے ہے نبی کریم ﷺ سے نہیں ہے (یعنی یہ موقوف حدیث ہے مرفوع نہیں ہے) اسی طرح حفاظ حدیث نے اس کی روایت حضرت عمرو بن دينار سے کی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے..... حضرت عطاء بن یسار نے حضرت ابوہریرہؓ سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کو مرفوع نہیں کیا سو اس حدیث کا اصل حضرت ابوہریرہؓ سے ہو انبی کریم ﷺ سے نہیں ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے حضرت امام بخاریؒ نے یہ الفاظ ترجمۃ الباب میں ذکر کئے ہیں۔

لیکن نہ تو ترجمہ الباب میں قال رسول اللہ ﷺ اذا اقيمت الخ ذکر کیا ہے اور نہ اس حدیث ابو ہریرہؓ کو اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے بخاری، ص ۹۱، ج ۱ باب اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة)

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں

واختلف على عمرو بن دينار في رفعه ووقفه وقيل ان ذلك هو السبب في كون البخاري لم يخرج به۔ (فتح الباری، ص ۱۷۴، ج ۲)
حضرت عمرو بن دینار کے اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہی وہ سبب ہے جس کی وجہ سے امام بخاریؒ نے اس حدیث کو بخاری میں ذکر نہیں کیا۔

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

فان قلت ما كان المانع للبخاري جعل هذا ترجمة ولم يخرج به . قلت اختلف هذا على عمرو بن دينار في رفعه ووقفه فلذلك لم يخرج به۔ (عمدة القاری، ص ۱۸۲، ج ۵)

اگر تو کہتا ہے کہ امام بخاریؒ کیلئے کیا مانع تھا کہ اس حدیث کو ترجمہ الباب بنایا اور اس کو ذکر نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں حضرت عمرو بن دینار پر اختلاف کیا گیا ہے پس اسی وجہ سے امام بخاریؒ نے اس کو ذکر نہیں کیا۔

الحافظ محمد بن طاہر بن علی بن احمد المقدسی المتوفی ۵۰۰ھ لکھتے ہیں

اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة : هو مشهور بالرفع والصحيح انه موقوف على ابي هريرة (تذكرة الموضوعات، ص ۲۰، نور محمد اصح المطابع وکارخانہ تجارت)

کتب کراچی۔ حدیث اذا اُقیمت مشہور یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔

الحافظ الکبیر ابوبکر عبدالرزاق التوفی ۲۱۱ھ اور یہ روایت

عبدالرزاق عن ابن جریج و الثوری عن عمرو بن دینار ان عطاء بن یسار اخبره انه سمع ابا هريرة يقول : اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة (المصنف لعبد الرزاق ص ۱۸۰ ج ۲ دار احیاء التراث العربی)۔

..... عطاء بن یسار نے حضرت عمرو بن دینار کو خبر دی ہے کہ اس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے آپ کہتے تھے کہ اذا... اھ۔ ہاں تیسری روایت عن ابی ہریرہ يبلغ به النبی ﷺ بھی ذکر کی ہے۔

الحافظ ابن ابی شیبہ التوفی ۲۳۵ھ اور یہ روایت

- ۱۔ آپ نے بھی یہ روایت دو سندوں سے موقوف ذکر کی ہے۔ چنانچہ آپ یوں روایت کرتے ہیں: حدثنا ابو بکر قال حدثنا ابن عيينة عن عمرو بن عطاء بن یسار سمع ابا هريرة يقول اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة۔
- ۲۔ حدثنا ابن عليه عن ايوب عن عمرو بن عطاء بن یسار عن ابی هريرة قال اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۲۵ ج ۱، دار الفکر)۔

۱۔ ہمیں ابوبکرؓ نے حدیث بیان کی ہے... اس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ اذا... اھ

۲۔ ہمیں ابن علیہؓ نے حدیث بیان کی ہے... وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کرتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اذا..... اھ

ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی المتوفی ۲۰۴ھ اور یہ موقوف روایت

آپ نے بھی یہ روایت کتاب الام میں یوں روایت کی ہے:

لان اباهريرة قال اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة (كتاب الام ص

۱۴۳ ج ۱، باب الوتر دار المعرفة بيروت لبنان)۔ اور حاشیہ کتاب الام میں یوں

لکھتے ہیں۔

وما ذكره عن ابى هريرة رواه الشافعى فى القديم موقوفا عليه من طريق

سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار عن عطاء بن يسار عن ابى هريرة قوله .

(كتاب الام ص ۱۴۶ باب الوتر)

اور جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے یہ امام شافعی رحمہ اللہ نے قول قدیم میں آپ

پر موقوف ذکر کیا ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ کی طریق سے وہ حضرت عمرو بن دینار سے وہ

حضرت عطار بن یسار سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آپ کا قول روایت کرتا ہے۔

علامہ شاہ انور شاہ کشمیری المتوفی ۱۳۵۲ھ اور یہ حدیث والمزید

اما اولافبان الحديث موقوف و ليس بمرفوع كما يعلم من صنيع البخارى

فى صحيحه حيث لم يعبره بقول النبى ﷺ و ان مال فى جزء رفع اليدين الى

رفعه و لكن العبرة بما فى الصحيح لان دأبه فى الخارج اوسع و فى الصحيح

احكم فانه قد يلتزم فى الخارج بعض ما يكون بديهى البطلان كدعواه فى عدم

ثبوت ترك الرفع عن احد من الصحابة رضى الله عنهم و منه قوله بعدم

ادراك الركعة بادراك الركوع عندهم (فيض البارى ص ۱۹۸ ج ۲، مكتبه

محمد یعقوب الفراهی)۔

جو پہلا جواب ہے پس یہ کہ یہ حدیث موقوف ہے مرفوع نہیں ہے جیسا کہ امام بخاری کی طریقہ سے اپنی صحیح بخاری میں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس حدیث سے بقول النبی ﷺ تعبیر نہیں کی ہے اگرچہ اپنی کتاب جزء رفع الیدین میں اس حدیث کے رفع کو مائل ہوئے ہیں لیکن عبرت اس کو ہے جو صحیح بخاری میں ہے اس لئے کہ ان کی عادت صحیح بخاری سے باہر بہت وسیع ہے اور صحیح بخاری میں بہت مضبوط ہے کیونکہ انہوں نے بخاری سے باہر کبھی بعض ایسا التزام کیا ہے جو صریح باطل ہے جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ترک رفع الیدین ثابت نہیں ہے اور اس صریح البطلان میں سے ان کا یہ قول بھی ہے کہ رکوع میں شامل ہونے سے ان کے نزدیک رکعت نہیں پائی جاتی۔

عرف شذی اور شاہ صاحب کی تحقیق

اور عرف شذی میں یوں لکھتے ہیں: و اما حدیث الباب عن ابی ہریرۃ فمختلف فیہ فی الرفع والوقوف فمن وقفہ حماد بن سلمۃ فی مسلم ص ۲۳۷ و لكن اخرجه مرفوعا و موقوفا فلعله سلم رفعه و وقفہ حماد بن زید فی معانی الآثار ص ۲۱۹ و نقل الشافعی فی کتاب الام من قول ابی ہریرۃ فی الموضعین و وقفہ ابن علیۃ فی مصنف ابن ابی شیبۃ و اسماعیل بن مجمع فی علیہ ابی حاتم و قال ابو حاتم والصواب انه موقوف كما فی تلخیصہ و لكنه روى بطریق الا ان داب المحدثین ان حکمہم بالوقوف من حیث جمیع الاسانید لا من سند واحد و وضعہ البخاری فی الترجمة و لعله تاجر من الاختلاف رفعاً و وقفاً و فی تذکرۃ الموضوعات لمحمد بن طاهر المقدسی الصواب انه

موقوف و هو من حفاظ الحديث الا انه مال الى التصوف فاخذ فيه و تكلم
 البيهقي في معرفة السنن والآثار في الوقف و الرفع و غرضه اثبات الرفع و
 فيه ان التلميذ سئل حماد بن سلمة هل هو عنه عليه السلام قال حماد نعم و
 لكن حمادا وقفه في مسلم و لكني متردد في ما نقل البيهقي فان السائل عن
 حماد هو ابن عيينة و الشافعي من اخص تلامذة ابن عيينة و لما رفعه حماد
 عند ابن عيينة كيف لا يرفعه ابن عيينة و كيف لا يطلع عليه الشافعي و
 الشافعي مع كون قوله الجديد ما هو مختار الشافعية الآن موافقا لما روى عن
 ابي هريرة لمن يرفعه مع ان الرفع يفيد و اما قوله القديم فموافق لنا و
 اخرجه الطحاوي رفعا و وقفا و مالى الى الوقف و بوب ابن ابي شيبة في
 مصنفه على هذه المسئلة و صنيعه في موضع الباب يدل على الوقف و ايضا
 لم يرفعه حيث اخرجه تحت الباب و ممن رفعه ابو حنيفة في مسنده
 للخوارزمي و اني رأيت في حاشية مسند الخوارزمي المطبوع بداهلي ان
 بعض الرواة يروون عن ابي حنيفة الا ركعتي الفجر الفجر ... الخ
 (العرف الشذى على الترمذى ص ۹۷، ۹۸ ج ۱).

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو باب والی حدیث ہے پس اس کی رفع اور وقف میں
 اختلاف کیا گیا ہے سو جنہوں نے اس کو موقوف نقل کیا ہے ایک حماد بن سلمہ ہے ۔ مسلم
 ص ۲۴۷ میں موقوف ذکر کیا ہے لیکن اس نے اس حدیث کو مرفوعا اور موقوف ذکر کیا ہے پس
 شاید اس نے اس حدیث کو مرفوع تسلیم کیا ہو اور حماد بن زید نے اس کو موقوف ذکر کیا ہے
 معالی الآثار ص ۲۱۹ میں ۔ اور حضرت امام شافعیؒ نے دو جگہ کتاب الام میں حضرت ابوہریرہ

رضی اللہ عنہ کا قول (موقوف) نقل کیا ہے اور ابن علیہ نے مصنف ابن شیبہ میں اس کو موقوف ذکر کیا ہے اور اسماعیل بن مجحج نے علل ابی حاتم میں بھی موقوف ذکر کیا ہے۔ اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے جیسا کہ اس کی تلخیص میں ہے لیکن اس نے اسکو ایک طریقہ سے روایت کیا ہے۔ لیکن محدثین کی عادت یہ ہے کہ ان کے وقف کا حکم تمام سندوں کی وجہ سے ہوتا ہے نہ ایک سند کی وجہ سے۔ اور امام بخاری نے اس کو ترجمۃ الباب میں ذکر کیا ہے اور شاید کہ وہ اس کی رفع اور وقف سے متاثر ہو گئے تھے۔ اور محمد بن طاہر المقدسی کی کتاب تذکرۃ الموضوعات میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے اور آپ حفاظ حدیث میں سے ہیں لیکن آپ تصوف کو مائل ہو گئے سو اس میں آپ کا مواخذہ کیا گیا۔ اور امام بیہقی نے معرفۃ السنن والآثار میں اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے کے بارے میں کلام کیا ہے۔ اور اس کا عرض مرفوع کا اثبات ہے اور اس میں ہے کہ شاگرد نے حضرت حماد بن سلمہ سے پوچھا کہ کیا یہ حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے حماد نے فرمایا ہاں! لیکن حماد نے اس حدیث کو جیسا کہ مسلم میں ہے موقوف ذکر کیا ہے لیکن میں امام بیہقی نے جو نقل کیا ہے شک میں ہوں اس لئے کہ حماد سے پوچھنے والا ابن عیینہ ہے اور امام شافعی ابن عیینہ کے خصوصی شاگردوں میں سے ہیں اور جب حماد نے اس کو حضرت ابن عیینہ کے ہاں مرفوع بیان کیا تو ابن عیینہ اس کو کیوں مرفوع نہیں بتاتے اور امام شافعی اس پر کیوں مطلع نہیں ہوئے ہے۔ اس کے ساتھ کہ امام شافعی کا قول جدید جو اب شوافع کا مختار قول ہے اور ابویہریہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے موافق ہے (امام شافعی) اس کو مرفوع بیان نہیں کرتے اگرچہ مرفوع آپ کو مفید ہے۔ اور آپ کا قدیم قول جو ہے سودہ ہمارے موافق ہے۔ اور اس حدیث کو امام طحاوی نے مرفوع اور موقوف ذکر کیا ہے اور موقوف کو مائل ہوئے ہیں اور ابن ابی

شبیہ نے اس مسئلے پر اپنی مصنف میں باب باندھا ہے اور آپ کا یہ طریقہ باب باندھنے میں حدیث کے موقوف ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور اسی طرح جب باب میں ذکر کیا ہے تو اس کو مرفوع نہیں کیا ہے اور اس کو جیسا کہ مسند خوارزمی میں ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ نے مرفوع نقل کیا ہے اور میں نے مسند خوارزمی مطبوعہ دہلی کے حاشیہ میں دیکھا ہے کہ بعض راویوں نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے الا رکعتی الفجر... الخ یعنی دو رکعات سنت فجر کی استثناء روایت کی ہے۔ استثناء کی بحث انشاء اللہ العزیز آئے گا۔

پھر لکھتے ہیں

اقول وقفہ عمرو بن دینار آخر کما فی حاشیۃ الام و حماد بن زید و حماد بن سلمہ و ابن عیینہ و الامام الشافعی و غیرہم (العرف الشذی علی الترمذی ص ۹۹ ج ۱)۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ نے آخر میں موقوف بیان کیا ہے جیسا کہ کتاب الام کے حاشیہ میں ہے۔ اور حماد بن زید اور حماد بن سلمہ اور ابن عیینہ اور امام شافعی وغیرہم نے موقوف ذکر کیا ہے۔

حضرت حماد بن زید اور یہ روایت

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کی روایت کے بعد حضرت حماد بن زید کے یہ الفاظ بھی روایت کئے ہیں: قال حماد ثم لقيت عمرو ا فحدثني به و لم يرفعه (مسلم ص ۲۴۷ ج ۱) حضرت حماد رحمہ اللہ کہتے ہیں پھر میں حضرت عمرو رحمہ اللہ سے ملا سو اس نے مجھے یہ حدیث بیان کی اور اس کو مرفوع نہیں کیا۔

حضرت امام ترمذیؒ اور یہ روایت

آپ بھی یہ روایت ذکر کرنے کے بعد یوں لکھتے ہیں: وروی حماد بن زید و سفیان بن عیینہ عن عمرو بن دینار و لم یرفعاہ (ترمذی ص ۹۶ ج ۱)۔
اور حماد بن زیدؒ اور سفیان بن عیینہؒ نے حضرت عمرو بن دینارؒ سے یہ حدیث روایت کی اور اس کو مرفوع نہیں بتایا۔ امام ترمذیؒ خود مرفوع کے قائل ہیں۔

امام بیہقیؒ اور یہ روایت

..... قال حماد بن زید ثم لقيت عمرافه حدثني به و لم يرفعه (السنن الكبرى ص ۶۷۹ ج ۲، دار الكتب العلمية بيروت لبنان). آپ یوں لکھتے ہیں:
قال زكريا: قال حماد؛ قال علي بن الحكم؛ حدث بهذا عمرو بن دينار مرة فرفعه فقال له رجل؛ انك لم تكن ترفعه قال بلى قال لا والله قال؛ فسكت (السنن الكبرى ص ۶۷۹ ج ۲)۔

ذکریا کہتے ہیں..... حضرت عمرو بن دینارؒ نے ایک دفعہ یہ حدیث بیان کی سو اس کو مرفوع بتایا پس ایک آدمی نے آپ کو کہا کہ آپ اس حدیث کو مرفوع بیان نہیں کرتے؟ حضرت عمروؒ نے کہا کیون نہیں۔ اس شخص نے کہا کہ واللہ! آپ یہ مرفوع نہیں بیان کرتے۔ علی بن الحکمؒ کہتے ہیں پس آپ خاموش ہو گئے۔

ابن عدیؒ البحر جائی لکھتے ہیں

..... فان هذا الحديث يرويه حماد بن سلمة موقوفا على ابي هريرة.... ثم رواه عن حماد بن زید عن عمرو بن دينار نفسه فانه او قفه على ابي هريرة (الكامل لابن عدی ص ۵۲ ج ۳)۔

شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں

و بالجملۃ اضطرب الحدیث رفعا و وقفا و ممن وقفہ حماد بن زید و حماد بن سلمة و ابن عیینة و غیرہم عن عمرو بن دینار (معارف السنن ص ۷۷ ج ۴) اور بالجملہ حدیث باعتبار مرفوع اور موقوف ہونے کے مضطرب ہے.....

دوسرا جواب یہ حدیث عام اور قطعی الدلالت نہیں ہے

یہاں تک پہلے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے اور حفاظ حدیث نے اس کو موقوف روایت کیا ہے۔ جیسا کہ امام طحاوی التوفی ۳۲۱ھ نے ذکر کیا ہے کہ ہکذا رواہ الحفاظ عن عمرو بن دینار (شرح معانی الآثار ص ۲۵۴ ج ۱)۔

اسی طرح حفاظ حدیث نے اس حدیث کو حضرت عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے۔ اب دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث عام اور قطعی الدلالت نہیں ہے اور اس کے کئی دلائل ہیں۔

۲۹۔ رسول اللہ ﷺ نے خود عند الاقامت سنت فجر پڑھی ہیں جیسا کہ حدیث ہے: عن الحارث عن علی رضی اللہ عنہ قال کان النبی ﷺ یصلی الرکعتین عند الاقامة (ابن ماجہ ص ۸۰، باب ما جاء فی الرکعتین قبل الفجر، مسند احمد ص ۷۷، ۸۷، ۹۸، ۱۱۱ ج ۱)

حضرت حارثؒ سے روایت ہے وہ حضرت علیؒ سے روایت کرتے ہیں حضرت علیؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اقامت کے وقت فجر کی دو رکعات سنت پڑھتے تھے۔

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں

قلت فیہ جواز رکعتی الفجر عند اقامة المكتوبة للامام و حدیث اذا قیمت

الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة يعم الامام والمأموم جميعا وقد خص منه الامام
 لحديث على هذا وهو حديث حسن الاسناد فلم يبق العام قطعيا فيجوز
 تخصيصه في حق المأموم بما اذا صلى مخالطا للصفوف بآثار الصحابة
 (رضى الله عنهم) (اعلاء السنن، ص ۱۰۵، ج ۷)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث شریف میں صبح کی دو رکعات سنت امام کی فرض نماز کی اقامت کے
 وقت پڑھنے کا جواز ہے کہ یہ جائز ہے اور حدیث ابو ہریرہؓ اذا اقيمت... الخ امام اور مقتدی دونوں
 کو عام ہے۔ اور اس حدیث کی بنا پر اس سے امام خاص کیا گیا اور یہ حدیث حسن اسناد والی ہے
 پس یہ عام قطعی نہ رہا پس اس کی تخصیص مقتدی کے حق میں بھی جائز ہے جبکہ وہ صفوں سے مخلوط
 (مسجد کی کسی کونے یا ستون کے پیچھے) سنت پڑھے۔ اور یہ تخصیص صحابہ کرام کے آثار سے ہے
 ۔ وہ آثار صحابہ انشاء اللہ بعد میں ذکر کئے جائیں گے۔

اسی طرح حدیث ابو ہریرہؓ عام قطعی الدلالت نہیں ہے جیسا کہ حدیث حضرت علیؓ سے اس میں
 تخصیص ہو گئی۔ اسی طرح تین احادیث اور لیجئے جن سے اس حدیث کی عمومیت برقرار نہیں
 رہتی۔

۳۰۔ عن مالک عن هشام بن عروة عن ابيه : ان عبد الله بن مسعود قال :
 ما ابالي لو اقيمت صلوة الصبح وانا اوتر۔ (موطا امام مالک، ص ۸۴، باب الوتر بعد
 الفجر۔ دار الفکر بیروت لبنان برولیہ۔ یحییٰ بن کثیر الشیشی)

امام مالکؒ سے روایت ہے..... کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے
 کہ اگر نماز صبح کیلئے اقامت ہو کر نماز قائم کی گئی اور میں وتر میں مشغول ہوں وتر پڑھتا ہوں۔
 مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں وسندہ صحیح۔ (اعلاء السنن)

ص ۱۰۷، ج ۷) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۳۱۔ عن مالک : عن یحییٰ بن سعید انه قال : کان عبادة بن الصامت یوم قومًا فخرج یوما الی الصبح فاقام المؤذن صلاة الصبح فأسکته عبادة حتی اوترثم صلی بهم الصبح۔ (موطأ الامام مالک، ص ۸۴، باب الوتر بعد الفجر)

حضرت امام مالکؒ سے روایت ہے وہ یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں اس نے کہا ہے کہ حضرت عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ ایک قوم کی امامت کرتے تھے پس ایک دن صبح کی نماز کیلئے نکل گئے سو مؤذن نے نماز فجر کیلئے اقامت شروع کی۔ پس حضرت عبادة بن صامتؒ نے اس کو خاموش کیا یہاں تک کہ نماز وتر پڑھی پھر ان کو نماز فجر پڑھائی۔

مولانا ظفر احمد تھانویؒ اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں

ورجاله ثقات الا ان فيه انقطاعا یحییٰ بن سعید لم یسمع من صحابی غیر انس (کذا فی التہذیب، ص ۴۲۳، ج ۱۱ علاء السنن، ص ۱۰۷، ج ۷)

اس کے رجال ثقہ ہیں لیکن اس میں انقطاع ہے۔ یحییٰ بن سعیدؒ نے حضرت انسؓ کے علاوہ کسی اور صحابی سے سماع نہیں کیا۔ اسی طرح تہذیب التہذیب میں ہے۔

۳۲۔ عن مالک عبد الرحمن بن القاسم انه قال : سمعت عبد الله بن عامر بن ربيعة یقول : انی لا وتر وانا سمع الاقامة او بعد الفجر یشک عبد الرحمن اے ذلک قال۔ (موطأ الامام مالک، ص ۸۴، باب الوتر بعد الفجر)

حضرت امام مالکؒ سے روایت ہے آپ عبد الرحمن بن قاسم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ضرور وتر ادا کرتا ہوں اور میں اقامت سنتا ہوں یا فجر طلوع ہونے کے بعد شک عبد الرحمن کرتا ہے کہ کونسا لفظ آپؐ نے کہا

ہے۔

مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں

وسندہ صحیح و عبد اللہ بن عامر ولد فی عہد النبی ﷺ وراہ و هو غلام (کما

فی التہذیب، ص ۲۷۱، ج ۵. اعلیٰ السنن، ص ۱۰۸، ج ۷)

اور اسکی سند صحیح ہے اور حضرت عبد اللہ بن عامرؓ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے اور

آپ ﷺ کو اڑکپن میں دیکھ چکے تھے۔ جیسا کہ تہذیب میں ہے۔

یہ تینوں حدیثیں لا صلوة الا المكتوبة سے تخصیص کا فائدہ دیتی ہیں اور اس کی عمومیت قطعی

نہیں رہتی حالانکہ لفظ صلوة نکرہ ہے اور نفی کے سیاق میں وارد ہے اور کلام میں حصر ہے اس لئے

کہ نفی واثبات کے درمیان ہے لیکن پھر بھی اس سے تخصیصات اور مستثنیات ہیں تو اسی طرح اس

سے سنت فجر بھی خارج ہیں جس کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔

تیسرا جواب: تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں نفل نماز سے منع ہے

نوافل زائدہ ہوں یا راتبہ ہوں اور سنت فجر حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک قول کے

مطابق واجب ہیں۔

علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں

قوله (الا المكتوبة) فيه منع التنفل بعد الشروع في اقامة الصلوة سواء كانت

زائجة ام لا لان المراد بالمكتوبة المفروضة. (فتح الباری، ص ۱۷۵، ج ۲)

المكتبة السلفية)

آپ کا قول کہ الا المكتوبة اس میں نماز کے لئے اقامت کرنے کے بعد نفل کرنے کی منع ہے

برابر ہے کہ مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ ہوں۔ اس لئے کہ مکتوبہ سے مراد فرض نماز ہے۔

مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں

ولا يخفى ان ركعتي الفجر عندنا كالوتر في التاكيد حتى قال ابو حنيفة بوجوب
 بهما في رواية واختلف الائمة في ذلك بعد اتفاقهم على ان آكد السنن
 الرواتب مع الفرائض الوتر وركعتا الفجر واکدهما عند مالک والشافعی
 الوتر وعند احمد ركعتا الفجر مع اتفاقهم انهما سنة وقال ابو حنيفة : الوتر
 واجب كذا في رحمة الامة ، ص ۲۳ فجواز الايتار عند اقامة فرض الفجر
 يستلزم جواز ركعتي الفجر عندها ايضا لكونهما سنة عند الجمهور وكون
 ركعتي الفجر آكد عند احمد من الوتر . (اعلا السنن ، ص ۱۰۸ ، ج ۷)

اور پوشیدہ نہیں کہ ہمارے نزدیک دو رکعات سنت فجر تاکید میں وتر کی طرح ہیں یہاں تک کہ
 حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ایک روایت میں ان دونوں کے وجوب کا قول کیا ہے۔ اور دیگر ائمہ
 کرامؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے اس کے بعد کہ وہ متفق ہیں کہ زیادہ مؤکد سنن مؤکدہ میں
 فرائض کے ساتھ وتر اور دو رکعات فجر ہیں۔

اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان دونوں میں زیادہ مؤکد وتر ہیں اور امام احمدؒ کے
 نزدیک مؤکد دو رکعات سنت فجر ہیں اگرچہ وہ متفق ہیں کہ یہ دونوں سنت ہیں اور حضرت امام
 ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ وتر واجب ہیں۔ اسی طرح رحمة الامة ، ص ۲۳ میں ہے پس نماز فجر کیلئے
 اقامت کے وقت وتر (کی قضاء) کرنا اسی وقت دو رکعات سنت فجر پڑھنے کی جواز کو بھی اس
 طرح مستلزم ہے اس لئے کہ یہ دونوں جمہور کے نزدیک سنت ہیں اور امام احمد بن حنبلؒ کے
 نزدیک دو رکعات سنت فجر وتر سے زیادہ مؤکد ہیں۔

مولانا محمد یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں

ثم ان الر كعتين ان اخترنا رواية وحو بها فلا نحتاج الى الجواب عن الحديث. (معارف السنن ص ۷۵ ج ۴).

پھر یہ دو رکعتیں اگر ہم ان دونوں کی وجہ کی روایت اختیار کریں تو ہم حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے جواب کے حکم نہیں لیکن یہ روایت شاذہ ہے۔

چوتھا جواب: چونکہ جواب یہ ہے کہ سنت فجر قیاس، کثرت فضیلت اور ترغیب کی وجہ سے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے خارج ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: قال قال رسول اللہ ﷺ لا تدعوهما وان طردنکم الخیل (ابوداؤد ص ۱۸۶ ج ۱، مسند احمد ص ۴۰۵ ج ۲، کنز العمال ص ۱۵۱ ج ۷، الترغیب ص ۲۰۲ ج ۱)۔ آپ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ فجر کی دو رکعات سنتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ تم کو گھوڑے روند ڈالیں۔

اسی طرح آپ کا اثر ہے: عن عبد ربہ قال سمعت اباہریرۃ رضی اللہ عنہ یقول لا تدع رکعتی الفجر ولو طردتک الخیل (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۴۴ ج ۲)۔

عبدالربہ سے روایت ہے آپ نے کہا ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ صبح کی دو رکعات سنتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ گھوڑے تم کو مضیبت پہنچائیں۔ تو گھوڑوں کی روند ڈالنے اور تکلیف پہنچانے کے باوجود پڑھنے سے مسجد کے دروازے کے پاس یا بیرونی حصہ میں یا اندرونی حصہ میں یا کسی کونے میں یا کسی ستون کے پیچھے پڑھنا بہت اہل ہے بشرطیکہ دوسری رکعات میں شمولیت کر سکے اور اسی طرح سے دونوں فضیلتیں حاصل کر سکے گا۔ سنت فجر کی فضیلت بھی حاصل کر لی اور شمولیت جمع بھی حاصل کر

لی۔ احناف رحمہم اللہ نے دوسری رکعت میں شمولیت کی شرط شاید اس لئے بتائی ہو کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

۳۳. حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال من ادرك ركعة من الصلوة فقد ادرك الصلوة (بخاری ص ۸۲ ج ۱، ترمذی ص ۱۱۸ ج ۱، ابن ماجہ ص ۷۸، مسند احمد ص ۲۴۱، ۲۶۵، ۲۸۰، ۳۷۵ ج ۲).... کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے امام کے ساتھ نماز سے ایک رکعت پائی پس اس نے نماز پائی یعنی امام کے ساتھ ایک رکعت میں شامل ہوا تو اس نے جماعت پائی۔ اور سنت فجر کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں جو پہلے عنوان ”سنت فجر پڑھنے میں ترغیبات اور احادیث“ میں ۲۷ حدیثیں ذکر کی گئی ہیں وہاں دیکھئے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

پانچواں جواب: پانچواں یہ ہے کہ سنت فجر حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة سے مستثنیٰ ہے اور یہ سنت بعد الشروع فی الاقامة والفرض پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ یہ روایت امام بیہقی نے ذکر کی ہے۔

۳۴. حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

عن حجاج بن نصير عن عباد بن كثير عن ليث عن عطاء عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة الا ركعتی الصبح (السنن الكبرى ص ۶۷۹ ج ۲، دار لكتب العلمية، بيروت لبنان).... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب جماعت کھڑی کر دی جائے تو سوائے فرض نماز کے اور کوئی نماز نہیں مگر دو رکعات صبح

کے (اس حکم سے مستثنیٰ ہیں) لہذا ان کا پڑھنا صحیح ہے۔

پہلا اعتراض: لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ جب جماعت کھڑی ہو تو سنت فجر بھی نہیں پڑھنی چاہیے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا بھی یہی حکم ہے۔

۳۵. امام بیہقی نے حدیث ذکر کی ہے

نبأنا أبو سعد المالینی یحییٰ بن نصر بن حاجب المروزی ثنا مسلم بن خالد الزنجی عن عمرو بن دینار عن عطاء بن یسار عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة قيل يا رسول الله لا ركعتي الفجر قال ولا ركعتي الفجر. (السنن الكبرى ص ۶۷۹ ج ۲).

دوسرا اعتراض: دوسرا اعتراض یہ ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

و هذه الزيادة لا اصل لها و حجاج بن نصير و عباد بن كثير ضعيفان (السنن الكبرى ص ۶۸۰ ج ۲)۔ اور یہ زیادت (الارکعتی الفجر) اس کا کوئی اصل نہیں ہے اور حجاج بن نصیر اور عباد بن کثیر دونوں ضعیف ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب: پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس زیادت (قیل یا رسول اللہ ولا رکعتی الفجر) کا کوئی اصل نہیں ہے۔

علامہ محمد بن علی النیموی لکھتے ہیں

آپ اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں و هذه الزيادة لا اصل لها (آثار السنن ص ۲۲۶، مکتبہ امدادیہ ملتان :

مسلم بن خالد الزنجی پر کلام

اس روایت میں مسلم بن خالد الزنجی ہے جو ضعیف اور لائحہ عمل بہ راوی ہے۔

اس پر محدثین کا کلام ہے

علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں

فقیہ صدوق کثیر الارہام (تقریب التہذیب ص ۸۷ ج ۱)۔

عالم ہے، سچا ہے اور بہت اوشام والا ہے اور تہذیب میں یوں لکھتے ہیں: وقال ابن المدینی
لیس بشیء. وقال البخاری منکر الحدیث یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ یعرف
وینکر وقال ابن عدی حسن الحدیث وارجو انہ لا بأس بہ وقال ابن
سعد: وکان کثیر الغلط فی حدیثہ وقال الساجی صدوق کثیر الغلط وکان
یری القدر قال الساجی وقد روى عنه ما ينفي القدر (تہذیب التہذیب ص
۱۲۹ ج ۱۰)۔

اور ابن المدینی نے کہا ہے کہ یہ لیس بشیء ہے اور امام بخاری نے کہا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے
اس کی حدیث ناکھی جاسکتی ہیں مگر ان سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ اور ابن عدی
نے کہا ہے کہ یہ حسن الحدیث ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ لا بأس بہ ہوگا۔ اور ابن سعد
نے کہا ہے۔ اور یہ اپنی حدیثوں میں بہت غلطیاں کرتا تھا۔ میں کہتا ہوں اور عثمان داری نے
ابن معین سے روایت کی ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ عثمان داری نے کہا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ
حدیث میں کچھ معتبر نہیں۔ اور ساجی نے کہا ہے کہ یہ سچا ہے اور بہت غلطیاں کرتا تھا۔ اور یہ
تقدیر کے بارے میں گفتگو کرتا تھا۔ ساجی کہتے ہیں اس سے ایسی احادیث روایت کی گئی

ہیں جو تقدیر کی نفی کرتی ہیں۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں

مسلم بن خالد الزنجی امام صدوق بہم و ثقہ ابن معین وغیرہ و ضعفہ
النسائی و جماعة . و قال البخاری و ابو زرعة : منکر الحدیث (المغنی فی
الضعفاء ص ۴۰۲ ج ۲ ، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان .
مسلم بن خالد الزنجی امام ہے ، سچا بے غلطی میں پڑ جاتا تھا۔ ابن معینؒ وغیرہ نے اس کی توثیق کی
ہے اور امام نسائیؒ اور ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے ۔ اور امام بخاریؒ اور
ابو زرعة نے اسے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔

اور میزان میں یوں لکھتے ہیں

قال ابن معین : لیس بہ بأس ، و قال مرة ثقة و قال مرة ضعیف و قال الساجی
کثیر الغلط کان یری القدر و قال البخاری : منکر الحدیث و قال ابو حاتم
لا یحتج بہ و ضعفہ ابو داؤد و قال ابن المدینی لیس بشئی و قال ابن عدی
ارجوا انه لا بأس بہ هو حسن الحدیث (میزان الاعتدال ص ۱۰۲ ج ۴ ،
المکتبۃ الاثریۃ .

ابن معینؒ نے کہا ہے کہ یہ بہت غلطیوں والا تھا۔ تقدیر کے بارے میں گفتگو کرتا تھا ۔ اور امام
بخاریؒ نے اس کو منکر الحدیث کہا ہے کہ اس کی حدیث منکر ہیں اور ابو حاتمؒ نے کہا ہے کہ اس
نے استدلال نہیں کیا جاتا اور امام ابو داؤدؒ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور ابن
المدینیؒ نے کہا ہے کہ یہ لیس بشئی ہے اور ابن عدیؒ نے کہا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ یہ لا
بأس بہ ہے اور یہ حسن حدیث والا ہے۔ اور سیر میں یوں رقمطراز ہیں :

قال يحيى بن معين : ليس به بأس ، و قال البخارى منكر الحديث و قال
ابو حاتم لا يحتج به و قال ابن عدى حسن الحديث ارجو انه لا بأس به و قال
ابو داود ضعيف . قلت بعض النقاد يرقى حديث مسلم الى درجة الحسن
(سير علام النبلاء ص ۱۷۷ ج ۸) .

..... میں کہتا ہوں کہ بعض نقادوں نے مسلم بن خالد کی احادیث حسن کے درجہ کو پہنچائے ہیں۔
امام بخاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں .

مسلم بن خالد ابو خالد الزنجی عن ابن جریج و هشام بن عروہ منكر
الحديث . قال على ليس بشئى التاريخ الكبير ص ۲۶۰ ج ۷ ، دار لفکر ، و
كتاب الضعفاء الصغير ص ۲۷۶ ، اداره ترجمان السنة لاہور .
امام عقیلی ابو جعفر لکھتے ہیں

حدثنا محمد بن عثمان العباسی قال سمعت يحيى بن معين وذكر مسلم بن
خالد فقال كان ضعيفاً حدثنا عبد الله قال قال ابى : مسلم بن الزنجى كذا
وكذا . حدثنى آدم قال سمعت البخارى يقول مسلم بن خالد الزنجى عن
ابن جريج و هشام بن عروہ منكر الحديث . قال البخارى قال على ليس
بشئى (كتاب الضعفاء للعقيلي ص ۱۳۰۳ ج ۴ ، دار الصميعي) .

امام نسائی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

مسلم بن خالد الزنجى ضعيف (كتاب الضعفاء و المتروكين ص ۳۰۴ ، اداره
ترجمان السنة لاہور)

علامہ ابن الجوزی ابوالفرج لکھتے ہیں

یروی عن الزہری قال علی بن المدینی : لیس بشنی و قال الرازی لا یحتج به
و قال النسائی ضعیف و قال ابوزرعة الرازی و البخاری هو منکر الحدیث و
قال یحیی ثقة کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۱۷ ج ۲، دارالکتب العلمیة
بیروت لبنان .

علامہ ابن عدی الجرجانی لکھتے ہیں

ثنا علی بن احمد ثنا ابن ابی مریم سمعت یحیی بن معین یقول : مسلم بن
خالد الزنجی لیس به بأس ثنا ابن حماد حدثنی عبد اللہ عن ابیہ قال مسلم بن
خالد کذا و کذا .

اخبرنا المرزبانی حدثنی ابو العباس القرشی قال سمعت علی بن المدینی
یقول الزنجی بن خالد منکر الحدیث ما کتبت عنه و ما کتبت عن رجل عنه .
سمعت ابن حماد یقول قال البخاری مسلم بن خالد الزنجی ابو خالد عن ابن
جریج و هشام بن عروہ منکر الحدیث لیس بشنی و قال النسائی : مسلم بن
خالد الزنجی ضعیف (الکامل فی ضعف الرجال ص ۷ ج ۸، دارالکتب
العلمیة بیروت لبنان اور خود لکھتے ہیں و هو حسن الحدیث و ارجوانه لا بأس به
(الکامل ص ۱۱ ج ۸) .

الحافظ عبدالرحمن بن ابی حاتم لکھتے ہیں

نا عبد الرحمن انا ابی بکر بن ابی خیثمة فیما کتب الی قال سمعت یحیی بن
معین یقول : مسلم بن خالد الزنجی ثقة . نا عبدالرحمن سمعت ابی یقول قال

علی بن المدینی مسلم بن خالد لیس بشنی۔ نا عبدالرحمن قالت سألت ابي
عن مسلم بن خالد الزنجی فقال لیس بذاک القوی منکر الحدیث یکتب
حدیثه و لا یحتج به تعرف و تنکر (کتاب الجرح و التعذیل ص ۱۸۳ ج ۸،
دار احیاء التراث العربی بیروت)۔

تکھی بن نصر بن حاجب القرشی

اسی طرح اس میں ایک راوی تکھی بن نصر بن حاجب القرشی ہے۔ جس پر محدثین اور ائمہ جرح
و تعدیل کا کام ہے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

قال ابو زرعة لیس بشنی (المغنی فی الضعفاء ص ۵۳۱ ج ۲)۔
ابو زرعة نے کہا ہے کہ تکھی بن نصر لیس بشنی ہے کچھ بھی نہیں اور میزان میں یوں لکھتے ہیں۔
قال ابو زرعة لیس بشنی و اما ابن عدی فروی له احادیث حسنة و قال ارجو
انه لا بأس به و قال مهنا : سالت احمد بن حنبل عنه فقال کان جهمیاً یقول
قول ابی جهم و قال ابو حاتم یلینه عندی قدم رجاله (میزان الاعتدال ص
۴۱۲ ج ۲)۔

ابو زرعة نے کہا ہے کہ یہ کچھ بھی نہیں اور ابن عدی جو ہے پس آپ نے اس کی حسن احادیث
روایت کی ہیں اور کہا ہے کہ میں امید رکھتا ہوں کہ یہ لا بأس بہ ہوگا اور مہنا نے کہا ہے کہ میں
نے اس کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبل سے پوچھا پس آپ نے فرمایا کہ وہ جہمی تھا
ابو جہم کا عقیدہ رکھتے تھے اور امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کی مصیبت اس کے
سابقہ اساتذہ کی وجہ سے ہے۔

نوٹ) میزان الاعتدال میں امام ابو حاتم کی عبارت نقل کرنے میں غلطی ہے جو ناخ سے واقع ہوئی ہوگی۔ اصل عبارت ہے۔ بلیتہ عندی قدم رجالہ "بلیتہ" نہیں ہے۔ دیکھئے کتاب الحرج والتعذیل ص ۱۹۳ ج ۹ جو آگے آرہا ہے۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد ابن الجوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

قال ابو زرعة ليس بشئ (كتاب الضعفاء والمتروكين لابن الجوزي ص ۲۰۴ ج ۳)۔

علامہ ابن عدی الجرجانی لکھتے ہیں

و يحيى بن نصر له غير ما ذكرت من الاحاديث و ارجو انه لا بأس به (الكامل في ضعفاء الرجال ص ۱۱۳ ج ۹)۔

"الحافظ نور الدین علی بن ابی بکر الحیثمی لکھتے ہیں

آپ طبرانی کی ایک حدیث نقل کرنے کے بعد یوں لکھتے ہیں: و فیہ یحیی بن نصر بن

حاجب و ثقہ ابن عدی و ضعفہ جماعة (مجمع الزوائد ص ۲۳ ج ۴)۔

دار لفکر)۔ اس میں تحکیر، ی، نصر بن حاجب ہے۔ ابن عدی نے اس کی توثیق کی ہے اور علماء

محمد ثن کی ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازی لکھتے ہیں

نا عبد الرحمن قال سمعت ابي يقول قلت ليحيى بن نصر بن حاجب اي شئ

قصتك اري اصحاب الحديث منقبضين عنك قال كان بيني وبين بشر

السريسي في الحادثة معرفة فلما قدمت اتاني مسلما على قيل لابي فضعف

حاله لذاك؟ قال: هو ادعى ذاك و عندی بلیتہ قدم رجالہ . ثنا عبد الرحمن

قال سألت ابازرعة عن يحيى بن نصر بن حاجب فقال ليس بشئ . سل اباك عنه فانه كتب عنه بالرى و بغداد فاعلمنا عبد الرحمن قال : سئل ابي عنه فقال تكلم الناس فيه (كتاب الجرح والتعديل ص ۱۹۳ ج ۹) .

ہمیں عبدالرحمنؒ نے بیان کیا ہے، کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے، وہ کہتے تھے کہ میں نے یحییٰ بن نصر بن حاجب سے کہا کہ آپ کا قصہ کیا ہے؟ کہ میں محدثین کو آپ سے منقبض دیکھتا ہوں (آپ سے روایت نہیں کرتے) آپ نے کہا کہ میرے اور بشر المریسی کے درمیان جوانی کے زمانہ میں جان پہچان تھی۔ پس جب میں واپس آیا۔ وہ میرے سلام کے لئے آیا۔ میرے باپ کو کہا گیا کہ پس اس کا حال اس کی وجہ سے کمزور ہو گیا؟ آپ نے فرمایا کہ وہ اس کا دعویٰ ہے۔ اور میرے نزدیک اس کی مصیبت اس کے سابقہ اساتذہ کی وجہ سے ہے۔ ہمیں عبدالرحمنؒ نے بیان کیا ہے، کہتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہؒ سے یحییٰ بن نصر بن حاجب کے بارے میں پوچھا سو فرمایا کہ وہ لیس ہشتی ہے۔ اس کے بارے میں اپنے باپ سے پوچھئے۔ اس لئے کہ آپ نے اس سے رقی اور بغداد میں لکھا۔ ہمیں عبدالرحمنؒ نے خبر دی ہے آپ کہتے ہیں کہ میرے باپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا سو آپ نے فرمایا کہ محدثین نے اس میں کلام کیا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ اور یحییٰ بن نصر بن حاجب

آپ خود لکھتے ہیں : ونصر بن المروزی ليس بالقوى وابنه يحيى كذا لك - (السنن الكبرى، ص ۶۷۹، ج ۲ دار الکتب العلمیہ)

اور نصر بن حاجب المروزی قوی نہیں ہے اور اس کا بیٹا یحییٰ بھی اسی طرح ہے۔

پہلے اعتراض کا دوسرا جواب

یہ روایت اس زیادت کیساتھ درست نہیں اس لئے کہ حضرت عمرو بن دینار کے دیگر شاگردوں نے آپ سے اسی زیادت (ولار کعتی الفجر) کے ساتھ نقل نہیں کیا ہے۔

علامہ محمد بن علی النیموی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

وخالقہ جماعة من اصحاب عمرو بن دينار منهم ورقاء و زكريا بن اسحاق و ايوب عند مسلم وغيره و حماد بن سلمة و ابن جريج عند ابى داود و محمد بن حجاج عند احمد و ابن خزيمة و اسماعيل بن ابراهيم عند الطحاوى كلهم عن عمرو بن دينار عن عطاء بن يسار عن ابى هريرة مرفوعا اذا اقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة و ما زادوا قيل يا رسول الله ﷺ ولا ركعتي الفجر الخ فثبت ان هذه الزيادة من جهة مسلم بن خالد الزنجي ليست بمحفوظة .

(تعلیقات آثار السنن، ص ۲۲۶، مکتبہ امدادیہ ملتان)

اور مسلم بن خالد کا خلاف عمرو بن دینار کے ساتھیوں ”شاگردوں“ نے کہا ہے ان میں سے ورقاء اور زکریا بن اسحاق اور ایوب ہیں مسلم وغیرہ کے نزدیک۔ اور ابوداؤد کے نزدیک حماد بن سلمہ اور ابن جریج ہیں۔ اور امام احمد ابن خزیمہ کے نزدیک محمد بن حمادہ ہیں۔ امام طحاوی کے نزدیک اسماعیل بن ابراہیم ہیں۔ ان سب نے عمرو بن دینار سے اس نے عطاء بن یسار سے اس نے حضرت ابوتریہ سے مرفوع روایت کی ہے کہ اذا اقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة اور انہوں نے یہ الفاظ زیادہ نہیں کئے کہ ”کہا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اور دو رکعات سنت فجر بھی نہیں الخ پس ثابت ہو گیا کہ یہ زیادت مسلم بن خالد الزنجی کی طرف سے ہے اور یہ غیر محفوظ ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب

اور یہ اعتراض کہ حدیث ابوہریرہؓ نمبر ۳۴ میں حجاج بن نصیرؓ اور عباد بن کثیرؓ ضعیف ہیں جیسا کہ امام بیہقیؒ نے ذکر کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلا روای حجاج بن نصیرؓ اتنا ضعیف نہیں ہے بلکہ صحاح ستہ میں ترمذیؒ کا راوی ہے اور شعبہؒ کی احادیث میں ضعیف ہے دیگر حدیثوں میں وہ صالح ہے دیکھئے تفصیل۔

مولا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

قلت: نعم ولكن حجاج بن نصير احسن حالا من يحيى بن نصير بن حاجب فان يحيى لم يخرج له احد من اصحاب الصحاح الستة واعرضوا عن اخراج حديثه في سننهم وحجاج بن نصير من رجال الترمذی . قال ابن معين : كان شيخا صدوقا لكنهم اخذوا عليه اشياء في احاديث شعبة وذكر ابن حبان في الثقات وقال يخطيء ويهم واورد له ابن عدي احاديثه عن شعبة وهي ثلاثه احاديث اخذوا عليه اشياء في اسانيد ها دون المتون . قال ابن عدي : ولحجاج احاديث وروايات عن شيوخه ولا اعلم له شيئا منكر اغير ما ذكرت وهو في غير ما ذكرته صالح .

کذا فی (التحذیب، ص ۲۰۸، ۲۰۹، ج ۲۔ اعلا السنن، ص ۱۰۹، ج ۷)

میں کہتا ہوں کہ ہاں! لیکن حجاج بن نصیرؓ کا حال تکی بن نصیر بن حاجبؓ سے بہت بہتر اور اچھا ہے اس لئے کہ صحاح ستہ کے محدثین میں کسی ایک نے بھی تکی کی کوئی حدیث نقل نہیں کی اور اپنی سنن میں اس کی حدیث ذکر کرنے سے اعراض کیا۔ اور حجاج بن نصیرؓ رجال ترمذیؒ میں سے ہے۔ ابن معینؒ کہتے ہیں کہ آپ سچے شیخ تھے لیکن محدثین نے آپ پر شعبہؒ کی احادیث میں کئی

چیزوں سے گرفت کیا ہے۔ اور ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہتے ہیں کہ آپ خطا میں پڑ جاتے تھے اور غلطی کرتے تھے۔ اور علامہ ابن عدی نے آپ کی شعبہ سے احادیث ذکر کی ہیں اور یہ تین حدیثیں ہیں۔ محدثین نے آپ پر ان حدیثوں کی متون میں نہیں بلکہ سندوں میں کئی چیزوں سے گرفت کی ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں: اور حجاج کے لئے اپنے شیوخ سے کئی احادیث اور روایات ہیں اور میں نے جو ذکر کی ہیں ان کے علاوہ میں آپ کی کوئی مکر حدیث نہیں جانتا ہوں اور آپ ان حدیثوں کے سوا جو میں نے ذکر کی ہیں صالح ہیں۔ اسی طرح تھذیب، ص ۲۰۸، ۲۰۹، ج ۲ میں ہے۔ ہمارے ہاں بھی تھذیب التھذیب میں یہی صفحات اور جلد ہیں۔

علامہ ابن عدی الجرجانی لکھتے ہیں

ثنا ابن العراد ثنا يعقوب بن شيبه قال : سألت يحيى بن معين عن حجاج بن نصير فقال لي : صاحب الفساطيط كان شيخا صدوقا ولكنهم اخذوا عليه شيئا من حديث شعبه يعني انه اخطأ پھر آپ یوں لکھتے ہیں:-

ولحجاج بن نصير احاديث وروايات عن شيوخه ولا اعلم له شيئا منكرا غير ما ذكرت وهو في غير ما ذكرته صالح (الكامل لابن عدی، ص ۵۳۲، ج ۲) اور یہ حدیث ابو ہریرہ الارکعتی الفجر شعبہ کی طریق سے نہیں ہے اور اس میں ”جیسا کہ جرجانی نے ذکر کیا کہ ولا اعلم له شيئا منكرا“ کوئی نکارت نہیں ہے۔ لہذا اس سے

استدلال درست ہے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

حجاج بن نصیر پر کلام اسناد حدیث میں ہے۔ جیسا کہ امام ذہبی لکھتے ہیں قلت: لم يأت

منکر امران الاعتدال، ص ۲۶۵، ج ۱)

میں کہتا ہوں کہ آپ نے کوئی منکر متن ذکر نہیں کی ہے۔ آپ پر گرفت سندوں کے اعتبار سے ہے علامہ ابن عدی اور روایت تھکی بن نصیر بن حاجب:

جربائی نے حجاج بن نصیر کی روایت کو نہ تو شعبہ کی طریق سے ذکر کیا ہے اور نہ آپ کی منکر حدیثوں میں ذکر کیا بلکہ کہتے ہیں ولا اعلم له شيئا منكر غير ما ذكرت وهو في غير ما ذكرته صالح۔ اور تھکی بن نصیر کی اس روایت کو آپ کی منکر روایات میں ذکر کیا ہے اور پھر لکھتے ہیں: وهذا الحديث يرويه عن عمرو بن دينار جماعة بهذا الاسناد ولا اعلم ذكر هذه الزيادة في متنه "قيل يا رسول الله ﷺ ولا ركعتي الفجر" عن يحيى بن نصر عن مسلم بن خالد عن عمرو۔ (الكامل لابن عدی، ص ۱۱۲، ج ۹) اور یہ حدیث ایک جماعت اسی سند سے عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہے۔ اور یہ زیادت جو اس حدیث کے متن میں ہے "کہ کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ اور دو رکعات منت فجر بھی نہیں پڑھنی چاہئے جو تھکی بن نصر سے روایت ہے اور وہ مسلم بن خالد سے اور وہ عمرو سے روایت کرتا ہے مجھے معلوم نہیں۔

دوسرا وہابی عباد بن کثیر

اس راوی کے بارے میں مولانا ظفر احمد عثمانی یوں لکھتے ہیں

واما عباد بن کثیر وان كان مختلفا فيه فليس دون مسلم بن خالد فقد وثقه ابن معين وقال مرة: ليس به بأس. وقال ابو بكر بن ابي شيبة من زياد بن الربيع: ثنا عباد بن کثیر الشامي وكان ثقة. كذا في التمهيد، ص ۱۰۲، ج ۵۔ وفي الميزان، ص ۳۷۰۔ وفي الميزان: قال علي ابن المديني عباد بن کثیر الرملي كان ثقة

لاباس بہ (اعلاء السنن، ص ۱۱۰، ج ۷)

اور عباد بن کثیر اگرچہ مختلف فیہ ہے لیکن مسلم بن خالد الزنجی سے زیادہ نہیں ہے سوا بن معین نے اس کی توثیق کی ہے۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ یہ لاباس بہ ہے اور ابو بکر بن ابی شیبہ زیاد بن الربیع کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ہمیں عباد بن کثیر شامی سے حدیث بیان کی ہے اور یہ ثقہ ہے۔ اسی طرح تھذیب، ص ۱۰۲، ج ۵ میں ہے۔ اور میزان الاعتدال (ص ۳۷۰، ج ۲) میں ہے کہ علی بن المدینی نے کہا ہے کہ عباد بن کثیر ثقہ اور لاباس بہ ہے۔

حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ روایت ”الارکعتی الفجر“ روایت ”ولارکعتی الفجر“ سے صحیح ہے جیسا کہ تفصیل گزر چکی فتدبر ولا تکن من الغافلین۔

ساتواں جواب از مولانا شبیر احمد عثمانی

آپ یوں لکھتے ہیں۔ ولکن ان یقال ان النہی فی قوله ﷺ فلا صلوة الا المكتوبة لیس المنع عن فعل غیر المكتوبة حین اقامة المكتوبة بل المقصود الزجر عن تعاطی الا سبب المفضیة الی ذلک امے فلا تکن بحيث تأتي علیک نوبة صلوة سوى المكتوبة فی وقت اقامتها اما اذا جاءت هذه النوبة فماذا يفعل فالحديث ساکت عنه ویؤخذ حکمہ من ادلة اخرى فالغرض من حدیث الباب الحث علی التعجیل فی اداء السنن والتفرغ للمكتوبة قبل اقامتها کما یشر الیه مارواه الطبرانی فی الکبیر بسند حسن۔ ابی موسیٰ ان رسول اللہ ﷺ رای رجل یصلی رکعتی الغداة حین اخذ المؤذن یقیم فغمز النبی ﷺ منکبه وقال الا هذا قبل هذا۔ (فتح الملهم، ص ۲۷۲، ج ۲۔ مکتبۃ الحجاز ناظم آباد حیدری کراچی)

اور ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس قول ”فلا صلوة الا المكتوبة“ میں یہ نہی فرض

نماز کی اقامت کے وقت فرض نماز کے علاوہ اور نماز پڑھنے سے منع کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ مقصود زجر ہے ایسے اسباب سے جو اس تک پہنچیں۔ یعنی ایسا مت ہو کہ تم پر فرض نماز کی اقامت کے وقت فرض نماز کے علاوہ کی نوبت آجائے۔ اور جب یہ نوبت آجائے تو کیا کرنا ہوگا پس حدیث اس سے خاموش ہے اور اس کا حکم دیگر دلائل سے لیا جائے گا۔ پس غرض حدیث سے تیزی اور ترتیب سے سنتوں کے ادا کرنے اور اقامت فرض سے پہلے فرض کے لئے فراغت کیے جیسا کہ اس کی وہ حدیث جو طبرانی نے المعجم الکبیر میں جید سند کے ساتھ نقل کی ہے اشارہ کرتی ہے۔ کہ حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ جب مؤذن نے اقامت شروع کی وہ سنت فجر پڑھ رہا تھا پس بنی کریم ﷺ نے ان کے کندھے کو ہلا کر کہا آیا یہ اس سے پہلے نہیں؟۔

عثمانی صاحب کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ سنت پڑھنے میں جلدی کرنی چاہئے اور فرض سے بہت پہلے پڑھنی چاہئے اور اگر نوبت اس کو پہنچ گئی کہ سنت ابھی تک نہیں پڑھی تھی تو یہ حدیث اس سے ساکت ہے اور دیگر احادیث سے پڑھنا ثابت ہے جو انشاء اللہ بعد میں آئیں گی۔

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

یہ حدیث موقوف ہے اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بہت سے صحابہ کرام نے حضرت ابو ہریرہؓ کا خلاف کیا ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے آپکا ارشاد سنا ہوگا کہ اذا قیمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة اور صحابہ کرام پھر بھی آپکے حکم پر عمل نہیں کرتے وہ تو ارشاد الہی کے مطابق زمرہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ اور کرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان میں داخل ہیں۔ اور ارشاد کنیف ملو علماً کے مطابق وہ اختارہم اللہ لصحة نبیہ ولا قامة دینہ کی ڈگری کے مالک ہیں۔ میرے خیال میں اس سے قوی

ترذیل اور نہیں کہ حدیث ابوہریرہ موقوف ہے مرفوع نہیں۔

امام طحاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

اور اسی وجہ سے امام طحاویؒ یوں لکھتے ہیں وقد خالف اباءہریرۃ فی ذلک جماعۃ من اصحاب رسول اللہ ﷺ . (طحاوی، ص ۲۵۴، ج ۱)

اور بیشک اس میں حضرت ابوہریرہؓ کا خلاف اصحاب رسول اللہ ﷺ کی ایک جماعت نے کیا ہے

۳۶۔ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

وعن حارث بن مضرب ان ابن مسعودؓ واباموسیٰ خرجا من عند سعید بن العاصؓ فاقيمت الصلوة فرکع ابن مسعود رکعتين ثم دخل مع القوم فی الصلوة واما ابو موسىٰ فدخل فی الصف . (مصنف ابن ابی شیبہ، ص طحاوی، ص ۲۵۵، ج ۱ آثار السنن، ص ۲۲۸، وقال رواہ ابو بکر بن ابی شیبہ فی مصنفہ و اسنادہ صحیح، اعلاء السنن، ص ۱۰۴، ج ۷)

حارث بن مضرب سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ حضرت سعید بن العاصؓ کے پاس سے نکلے تو نماز کھڑی کر دی گئی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دو رکعتیں پڑھ کر لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوئے۔ لیکن ابو موسیٰؓ صف میں شامل ہوئے۔ یہ حدیث ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔ (توضیح السنن، ص ۳۸۸، ج ۲)

۳۷۔ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

وعن عبداللہ بن ابی موسیٰ عن ابيه حين دعا هم سعید بن العاصؓ دعا اباموسیٰ وحذیفۃؓ وعبداللہ بن مسعودؓ قبل ان یصلی الغداة ثم خرجوا من عنده وقد اقيمت الصلوة فجلس عبداللہ الی اسطوانة من المسجد فصلى رکعتين ثم

دخل فی الصلوة . (طحاوی ، ص اثار السنن ، ص ۲۲۸ وقال النیموی رواہ
والطبرانی وفی اسناد لین . اعلاء السنن ، ص ۱۰۴ ، ج ۷)

عبداللہ بن ابی موسیٰ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ جب سعید بن العاصؓ نے انہیں بلایا تو
ابوموسیٰ حذیفہؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ صبح کی نماز سے پہلے بلایا ، پھر وہ ان کے پاس سے نکلے
جبکہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی تو عبداللہؓ نے مسجد کے ایک ستون کے پاس بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں
پھر نماز میں شریک ہو گئے ۔ یہ حدیث طحاوی اور طبرانی نے نقل کی ہے ۔ اور اس کی اسناد میں
کمزوری ہے ۔ (توضیح السنن ، ص ۳۸۸ ، ۳۸۹ ، ج ۲)

استدراک

۳۶ نمبر حدیث میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰؓ صف میں شامل ہو گئے اس سے تو معلوم ہوا کہ آپ
نے دو رکعتیں سنت کی نہ پڑھیں اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ آپ نے سنت اس سے پہلے پڑھی
ہوں اس لئے صف میں شامل ہو گئے ۔ اور یا اس لئے سنت نہ پڑھی کہ فرض کی دوسری رکعت میں
شمولیت بھی آپ کے خیال میں ممکن نہ تھی ۔ اور الحمد للہ احناف بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر دوسری رکعت
میں شمولیت نہ ہو سکے تو فرض نماز میں شامل ہونا چاہیئے ۔

صاحب ہدایہ علی بن ابی بکر الرغنی لکھتے ہیں

ومن انتہی الی الامام فی صلوة الفجر وهو لم یصل رکعتی الفجر ان خشی ان
تفوتہ رکعة ویدرک الاخری یصلی رکعتی الفجر عند باب المسجد ثم
یدخل لانه امکنہ الجمع بین الفضیلتین وان خشی فوتہا دخل مع الامام لان
نواب الجماعة اعظم الوعد بالترک الزم . (ہدایہ اولین ، ص ۱۳۲ ، ح ۱)
اور جو نماز فجر میں امام تک پہنچ گیا اور اس نے دو رکعتیں سنت فجر نہیں پڑھی تھیں اگر ذرنا تھا کہ

اس سے ایک رکعت فوت ہو جائے گی اور دوسری رکعت پائے گا تو یہ دو رکعتیں سنت نبویؐ کی
 دروازے کے پاس پڑھے پھر جماعت میں داخل ہو اس لئے کہ اس کو دونوں رکعتیں جمع کر دینا
 ہے۔ اور اگر فوت ہونے سے ڈرتا تھا (کہ دونوں رکعتیں فوت ہو جائیں گی) تو پھر اس کے
 ساتھ نماز میں داخل ہو جائے کیونکہ جماعت کا ثواب بڑا ہے اور جماعت چھوڑنے پر عید بہت
 لازم ہے۔

اسی طرح علامہ بدرالدین عینیؒ نے بھی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں۔ دیکھتے عمدۃ
 القاری، ص ۱۸۴، ج ۵ اور صاحب ہدایہ کی عبارت نقل کی ہے۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس لئے دو رکعتیں سنت کی پڑھیں اور
 جماعت میں داخل ہو گئے کہ نماز فوت ہونے کا خیال نہ تھا اور حضرت ابو موسیٰؓ کا یہ خیال تھا کہ مجھ
 سے نماز فوت ہو جائے گی تو جماعت میں داخل ہوئے۔

الامام النیموی رحمہ اللہ کا قول وفی اسنادہ لین

آپ کا قول کہ ”فی اسنادہ لین“ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں زہیر بن معاویہؓ ابواسحاق
 سمعیؓ سے روایت کرتے ہیں اور آپ نے اس سے آخر عمر میں اختلاط کے بعد روایت کی ہے
 لہذا اس کی سند میں کمزوری ہے۔ لیکن یہ کوئی خاص جرح نہیں ہے، دیکھئے تفصیل۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

آپ زہیر بن معاویہؓ کے بارے میں یوں کلام نقل کرتے ہیں۔ قال شعیب بن حرب کان
 زہیر احفظ من عشرین مثل شعبۃ و قال ابن عیینہ ما بالكوفة مثله و قال
 احمد زہیر ثبت فیما روی عن المشانخ بنح و فی حدیثہ عن ابی اسحاق
 لین سمع منه باخرة و قال ابو زرعة: ثقة الا انه سمع من ابی اسحاق بعد

الاختلاط . و قال النسائی ثقة ثبت قلت : لین روايته عن ابی اسحاق من قبل ابی اسحاق لا من قبله (میزان الاعتدال ص ۸۶ ج ۲)۔

شعیب بن حربؒ کہتے ہیں کہ زہیرؒ حضرت شعبہؒ جیسے بیس افراد سے زیادہ حافظے کے مالک تھے۔ ابن عیینہؒ کہتے ہیں کہ کوفہ میں آپؐ جیسا نہیں تھا۔ اور امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ زہیرؒ نے اپنے مشائخؒ سے جو روایت کی ہے اس میں وہ خوب ثقہ ہیں اور ابواسحاقؒ سے آپؐ کی حدیث میں کمزوری ہے جس نے آپؐ سے آخری عمر میں حدیث کی سماع کیا۔ اور ابو زرہؒ کہتے ہیں کہ آپؐ ثقہ ہیں لیکن انہوں نے اختلاط کے بعد ابواسحاقؒ سے حدیثیں سنیں ہیں اور امام نسائیؒ کہتے ہیں کہ آپؐ ثقہ اور قوی ہیں، میں کہتا ہوں کہ ابواسحاقؒ کی طریق سے آپؐ کی روایت میں کمزوری ابواسحاقؒ کی طرف سے ہے۔ آپؐ کی طرف سے نہیں ہے۔

ابواسحاق السبعی عمرو بن عبد اللہ

آپؐ کے بارے میں امام ذہبیؒ یوں لکھتے ہیں: من ائمة التابعین بالكوفة و اثباتهم الا انه شاخ و نسی و لم یختلط . و قد سمع منه سفیان بن عیینہ و قد تغیر قليلا . (میزان الاعتدال ص ۲۷۰ ج ۳)۔

آپؐ کوفہ کے تابعین ائمہ اور ثقات میں سے ہیں لیکن آپؐ بوڑھے ہو گئے اور نسیان میں واقع ہوئے اور کوئی خاص اختلاط میں مبتلا نہیں ہوئے۔ آپؐ سے سفیان بن عیینہؒ نے حدیث کی سماع کی اور آپؐ تھوڑی سی تغیر میں مبتلا تھے۔ علامہ ذہبیؒ نے آپؐ کا ترجمہ سیر اعلام النبلاء ص ۳۹۲ اور ج ۵ میں ببط سے ذکر کیا ہے جو قابل دید ہے۔ جب یہ کوئی خاص جرح نہیں تو استدلال بھی مخدوش نہیں اور پھر جبکہ دیگر صحیح احادیث بھی موجود ہیں۔

۳۸ حدیث عبداللہ بن ابی موسیٰ

عن عبد اللہ بن ابی موسی قال : جاءنا ابن مسعود و الامام یصلی الصبح فصلی رکعتین الی ساریة و لم یکن صلی رکعتی الفجر (رواہ الطبرانی و رجاله موثقون ، اعلاء السنن ص ۹۸ ج ۷ ، مجمع الزوائد ص ۷۵ ج ۲)۔
حضرت عبداللہ بن ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آئے اور اس وقت امام صبح کی نماز پڑھا رہے تھے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک ستون کے پاس دو رکعتیں سنت فجر کی پڑھیں اور پھر جماعت میں شریک ہوئے اس لئے کہ آپ نے سنت فجر پہلے نہیں پڑھی تھیں۔ اس کی روایت طبرانی نے کی ہے اور اس کی رجال ثقہ ہیں۔

۳۹۔ حدیث ابی موسیٰ

عن ابی موسی قال اقيمت الصلوة فتقدم عبد الله بن مسعود الى استوانة في المسجد فصلی رکعتین ثم دخل یعنی فی الصلوة (رواہ الطبرانی فی الکبیر و رجاله ثقات مجمع الزوائد ص ۷۵ ج ۲)۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی جماعت کھڑی ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں ایک ستون کی طرف آگے بڑھے اور دو رکعتیں سنت فجر پڑھ لیں۔ اور پھر شامل ہوئے یعنی امام کے ساتھ فرض نماز میں۔

امام ابو جعفر طحاوی لکھتے ہیں

۳۷ نمبر حدیث کے بعد حضرت امام طحاوی یوں لکھتے ہیں: فهذا عبد الله قد فعل هذا و معه حذيفة و ابو موسى لا ينكر ان ذلك عليه فدل ذلك على موافقتهم

اباہ (الطحاوی ص ۲۵۵ ج ۱)۔

سو یہ عبد اللہ ہیں کہ انہوں نے یہ عمل کیا اور ان کے ساتھ حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ ہیں یہ دونوں اس عمل میں آپ پر انکار نہیں کرتے تو یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ دونوں آپ کے موافق تھے۔

علامہ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں

اور اسی وجہ سے علامہ ابن حجر رحمہ اللہ یوں لکھتے ہیں۔ و لہم فی ذلک سلف عن ابن مسعود وغیرہ (فتح الباری ص ۱۷۶ ج ۲، معارف السنن ص ۷۴ ج ۴، فتح السلیم ص ۲۷۲ ج ۲)۔ اور احناف کے لئے اس میں عبد اللہ بن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم پیش رو ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ کی شخصیت

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو وہ شخصیت ہیں جن کے بارے میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں: لا تسئلونی ما دام هذا الخبر فيكم (بخاری ص ۹۹۷ ج ۲)۔ لا تسئلونی عن شئی ما كان هذا الخبر بين اظهركم موطاً الامام مالک ص ۳۷۱، مسند احمد ص ۳۶۳ ج ۱) جب تک تم میں یہ بہترین عالم موجود ہو مجھ سے مسائل نہ پوچھو۔ اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ رضیت لکم ما رضی لکم ابن ام عبد (المستدرک ص ۳۶۱ ج ۳)۔

میں تمہارے لئے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو تمہارے لئے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پسند کرتے ہیں۔ تو یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ آپ کا عمل ہے جو حدیث نمبر ۳۶ سے ۳۹ تک میں ظاہر ہے کہ آپ سنت پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جاتے تھے۔

۳۰ حدیث مالک بن مغول

عن مالک بن مغول قال سمعت نافعاً يقول ايقظت ابن عمر رضى الله عنه
 لصلوة الفجر و قد اقيمت الصلوة فقام فصلی ركعتين (للطحاوی ص ۲۵۶
 ج ۱، اعلاء السنن ص ۹۸ ج ۷، آثار السنن ص ۲۲۷ و قال رواه الطحاوی و
 اسناده صحيح.

حضرت مالک بن مغولؓ نے کہا میں نے نافعؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا ”میں نے حضرت ابن عمر
 رضی اللہ عنہ کو فجر کی نماز کے لئے جگایا جبکہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی تو انھوں نے اٹھ کر دو
 رکعتیں پڑھیں۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے (ترجمہ از توضیح
 السنن ص ۳۸۶ ج ۲)۔

مولانا ظفر احمدؒ اور اعتراض و جواب

قال بعض الناس: وفهد لم اقف عليه. قلت هو فهد بن سليمان ذكر ابن
 الترمذاني تو ثيقه في الجوهر النقي (۲: ۲۲۹) وقد احتج به الطحاوی فاكثر
 فهو حجة (اعلاء السنن ص ۹۸ ج ۷)۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ فہد کو میں نے نہیں پہچانا کہ یہ کون ہے؟ میں کہتا ہوں کہ یہ فہد بن
 سلیمان ہے ابن الترمذانی نے اس کی توثیق الجوهر النقی ۲: ۲۲۹ میں ذکر کی ہے اور امام طحاوی نے
 اس پر استدلال کیا اور زیادہ استدلال کیا سو یہ حجت ہے۔

۳۱ حدیث محمد بن کعبؓ

عن محمد بن كعب قال خرج عبد الله بن عمر رضى الله عنه من بيته فاقيمت
 صلوة الصبح فركع ركعتين قبل ان يدخل المسجد و هو في الطريق ثم دخل

المسجد، ففلسي الصبح مع الناس (الطحاوي ص ٢٥٦ ج ١، آثار السنن ص ٢٢٤، ٢٢٨، اهلاء السنن ص ١٠٢ ج ٤).

محمد بن کعب نے کہا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے گھر سے نکلے تو صبح کی نماز کھڑی ہو چکی تھی۔ انہوں نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لیں جبکہ وہ راستہ میں تھے۔ پھر مسجد میں داخل ہو کر لوگوں کے ہمراہ صبح کی نماز پڑھ لی۔

حضرت امام طہاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

فهذا وان كان لم يصلهما في المسجد فقد صلاهما بعد علمه باقامة الصلوة في المسجد. فذلك خلاف قول ابي هريرة اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة ان كان معناه ما صرفه اليه اهل المقالة الاولى.

(الطحاوی ص ۲۵۶ ج ۱).

سو یہ اگرچہ آپ نے یہ سنت مسجد میں نہیں پڑھ لیں۔ لیکن اس کے بعد کہ آپ کو علم تھا کہ مسجد میں نماز کھڑی ہو چکی ہے۔ سنتیں پڑھ لیں اور یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول کے خلاف ہے کہ جب جماعت کھڑی کر دی جائے تو سوائے فرض نماز کے کوئی اور نماز نہیں ہوگی۔ اگر اس کا معنی وہ ہو جو اس سے پہلے قول والوں (مانعین) نے اختیار کیا ہے

﴿ تفصيل هذه العبارة ﴾

اگر حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں سنت پڑھنے سے جبکہ جماعت کھڑی ہو عام منع ہے خواہ وہ گھر میں ہو یا مسجد سے باہر کسی جگہ میں ہو یا دروازے کے پاس ہو یا مسجد کے باہر حصے یا اندرونی حصے میں ہو تو پھر تو ہر جگہ سنت پڑھنا جائز نہ ہوتا اگر مقصد یہ ہو کہ اب جبکہ اقامت ہو گئی صرف فرض نماز میں شامل ہونا چاہیئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو پھر تو راستے میں

بھی سنتیں پڑھنا مناسب نہ تھیں۔ اور جب آپ کو علم بھی تھا کہ جماعت کھڑی ہو چکی ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تو اتباع سنت میں پیش پیش تھے۔ خدا کے بندوں! آپ کے عمل سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث اپنی عمومیت میں قطعی نہیں ہے۔ اسی طرح حدیث الاکان هذا قبل فا۔ کیا یہ (سنت) اس (فرض) سے پہلے نہ تھی کا ظاہر معنی اور مطلب مراد نہیں ہے ورنہ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وغیرہ جماعت کھڑی ہونے کی صورت میں کبھی بھی سنت نہ پڑھتے۔

۴۲ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

عن ابن عمر رضي الله عنه انه جاء و الامام يصلي الصبح و لم يكن صلى
الركعتين قبل صلوة الصبح فصلاهما في حجرة حفصة ثم انه صلى مع الامام
(الطحاوی ص ۲۵۶ ج ۱، آثار السنن ص ۲۲۸ رواه الطحاوی) و حاله
ثقات الابحی بن ابی کثیر بدلس (اعلاء السنن ص ۱۰۲، ۱۰۳ ج ۷
..... قلت: عدادہ فی المرتبة الثانية و هی من احتمال الاثمة تدلیسہ و
اخر جوالہ فی الصحیح لاماتہ و قلة تدلیسہ کما فی طبقات المدلیسن
۲: ۱۱۱ فالحدیث صحیح الاسناد.

..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی کہ وہ آئے جب کہ امام صبح کی نماز پڑھا رہا
تھا اور انہوں نے صبح سے پہلے کی دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں پس انہوں نے یہ ام المؤمنین
حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں پڑھیں پھر انہوں نے امام کے ہمراہ نماز ادا کی۔ یہ
حدیث امام طحاوی نے نقل کی ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں سوائے یحییٰ بن ابی کثیر کے جو
مدلیس کرتے ہیں۔

حضرت مولانا غفر احمد عثمانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یحییٰ بن ابی کثیر کا شمار دوسری مرتبہ کے

مدلسین میں ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جن کی تدلیس ائمہ کرام نے برداشت کی ہے اور صحیح میں آپ کی حدیث آپ کی امامت اور قلت تدلیس کی وجہ سے ذکر کی ہیں جیسا کہ طبقات المدلسین ۱۱:۲ میں ہے۔ پس یہ حدیث صحیح سند والی ہے۔

۳۳۔ حدیث ابو مجلز رحمہ اللہ

و عن ابی مجلز قال : دخلت المسجد فی صلوة الغداة مع ابن عمر رضی اللہ عنہ و ابن عباس رضی اللہ عنہ و الامام یصلی فاما ابن عمر رضی اللہ عنہ فدخل فی الصف و اما ابن عباس رضی اللہ عنہ فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر رضی اللہ عنہ مکانہ حتی طلعت الشمس فقام فرکع رکعتین (رواہ الطحاوی و اسنادہ صحیح، آثار السنن ص ۲۲۹، طحاوی ص ۲۵۵، ۲۵۶ ج ۱)۔

ابو مجلزؒ نے کہا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ صبح کی نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوا جب کہ امام نماز پڑھا رہا تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ تو صف میں شامل ہو گئے مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر امام کے ساتھ شریک ہوئے جب امام نے سلام پھیرا ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ یہاں تک کی سورج طلوع ہو گیا تو اٹھے اور دو رکعتیں پڑھیں (ترجمہ از توضیح السنن)۔

اس روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرض نماز میں داخل ہوئے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دو رکعتیں پڑھیں اور پھر امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے۔ اس میں کوئی تعارض نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ خیال تھا کہ مجھ سے فرض نماز فوت ہو جائے گی تو صف میں داخل ہوئے اور حضرت عبداللہ

بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ اعتقاد تھا کہ مجھ سے فرض نماز فوت نہیں ہو سکتی اس لئے سنتیں پڑھیں اور پھر امام کے ساتھ شامل ہوئے۔ اس کی تائید کے لئے ایک اور حدیث بھی لیجئے۔

۴۴۔ حدیث و برہ رحمہ اللہ

عن وبرة قال : رأيت ابن عمر يفعلہ و حدثنی من رآہ فعلہ مرتین جاء مرة و هم فی الصلوة فصلاهما فی جانب المسجد ثم دخل مرة اخرى فصلی معهم و لم یصلهما (المصنف لابن ابی شیبہ ص ۵۳ ج ۲)۔

حضرت وبرہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ سنت پڑھتے تھے اور مجھے اُس نے بیان کیا ہے جس نے آپ کو دو مرتبہ اس بارے میں دیکھا تھا۔ ایک بار آپ آئے اور لوگ نماز میں تھے۔ تو آپ نے مسجد کی ایک طرف میں دو رکعتیں پڑھیں پھر ایک بار مسجد میں داخل ہوئے تو اُن کے ساتھ نماز پڑھی اور یہ رکعتیں نہیں پڑھیں۔

﴿مقام عبرت﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ آپ اُس شخص کو کنکریوں سے مارتے تھے جو مسجد میں اقامت شروع ہونے کے بعد سنت پڑھتے تھے۔ علامہ ابن حجرؒ لکھتے

ہیں فصیح عنہ انہ کان یحصب من یتنفل فی المسجد بعد الشروع فی

الاقامة (فتح الباری ص ۱۷۷ ج ۲)۔

لیکن آپ پھر بھی مسجد سے باہر یا مسجد کے اندر ایک جانب میں سنت پڑھتے ہیں یا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے گھر میں اداء کر کے جماعت میں شامل ہوتے ہیں اور حالانکہ آپ کا گھر بھی اس وقت مسجد کا حصہ بن گیا تھا جس کی تفصیل انشاء اللہ بعد میں آئے گی۔ اس سے صاف

معلوم ہوتا ہے کہ ممنوع صفوں کے متصل سنت ادا کرتا ہے جس کو احناف بھی اشد کراہت مانتے ہیں۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں

واما ما روى عن ابن عمر انه كان يحصب ... الخ فهو محمول على انه كان يحصب من يصليهما في المسجد متصلا لصفوف القوم لا من كان يصليهما منفصلا عنها لما روينا عنه انه صلاهما في حجرة حفصة في المسجد بعد الاقامة فافهم (اعلاء السنن ص ۱۰۳ ج ۷)۔

اور جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ آپ کنکریوں سے مارتے تھے... الخ تو یہ اس پر حمل ہے کہ جو مسجد میں قوم کی صفوں کے متصل یہ سنت پڑھتے تھے۔ آپ ان کو کنکریوں سے مارتے تھے۔ نہ ان کو جو صفوں سے جدا ان دونوں رکعتوں کو پڑھتے تھے۔ اس لئے کہ ہم نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے اقامت کے بعد مسجد میں حجرہ حفصہ رضی اللہ عنہما میں یہ دونوں رکعتیں پڑھتے تھے سو سمجھو۔

۳۵۔ حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ کا فتویٰ

عن مجاهد قال : اذا دخلت المسجد و الناس في صلاة الصبح و لم تركع ركعتي الفجر فاركعهما و ان ظننت ان الركعة الاولى تفوتك (المصنف لابن ابي شيبة ص ۱۵۳ ج ۲)۔

امام مجاہدؒ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہوئے اور لوگ نماز فجر میں ہیں اور آپ نے فجر کی دو رکعتیں سنت نہیں پڑھی ہیں تو یہ دونوں پڑھ لیں اگرچہ آپ کا یہ گمان ہو کہ اول رکعت تم سے فوت ہو جائے گی۔

عبادہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا عمل

کئی حدیثوں سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد بھی یہ سنت کسی جانب مسجد میں یا ستون وغیرہ کے پاس پڑھتے تھے جیسا کہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں:

و ایضا قد ثبت ان ابن عمر و ابن عباس و ابن مسعود كانوا یصلونہا بعد الإقامة و راء حاجز من الجماعة کالسارية . و مع ذلک فلا یرتاب فی ان المراد بقوله لا صلوة الا المكتوبة لیس النفی عن المحلة او المصر او العالم فلا بد لکم من التقیید فلا یضرنا لو قیدنا بذلك المكان . (الکوکب الدرّی ص ۱۸۳ ج ۱، المكتبة البیویة بسہارنپور) .

اور اسی طرح ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت ابن عمر اور ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد جماعت سے کسی پردے کے پیچھے جیسا کہ ستون ہو یہ سنت پڑھتے تھے۔ اور اس کے ساتھ اس میں کوئی شک نہیں کہ لا صلوة الا المكتوبة کے ساتھ محلّہ یا شہر یا دنیا سے نفی مراد نہیں (کہ کسی جگہ بھی سنت پڑھنا جائز نہیں ہو سکتی) تو آپ کے لئے بھی قید لگانے سے چارہ نہیں تو ہم نے اگر قید لگائی کہ اس مکان (مکتوبہ) میں ادا نہیں ہوتی تو یہ بات ہمیں مضرت نہیں۔

مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اور مزید لکھتا

آپ یوں لکھتے ہیں: اما حجتنا فی اداء ہما بعد الإقامة فعمل العبادۃ الثلاثة ابن عمر و ابن عباس و ابن مسعود و عمل ابی الدرداء باسانید قویۃ و فی مصنف ابن ابی شیبۃ ان تسعا من السلف التابعین كانوا یأتون بہما بعد الإقامة و فی

سعة تصريح الاداء خارج المسجد و في اثنين يتوهم ادائهما داخل المسجد
و جوابه عندی موجود (العرف الشذی علی الترمذی ص ۹۷ ج ۱).

اقامت جماعت کے بعد یہ دو رکعتیں ادا کرنے میں ہماری جو دلیل ہے تو وہ تینوں عبد اللہ کا
عمل ہے حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہم اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا عمل ہے جو قوی سندوں سے ثابت ہے۔ اور مصنف
ابن ابی شیبہ میں ہے کہ سوسلف تابعین دور کعتیں سنت اقامت کے بعد پڑھتے تھے۔ ساتوں
کے بارے میں تو تصریح ہے کہ وہ مسجد سے باہر پڑھتے تھے اور دو کے بارے میں مسجد کے اندر
اداء کرنے کا خیال کیا جاتا ہے اور اس کا جواب میرے پاس ہے۔

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ۴۲ اور تحقیق امام طحاویؒ

امام طحاویؒ اس حدیث نقل کرنے کے بعد یوں لکھتے ہیں:

لفی هذا الحديث عن ابن عمر انه صلاهما في المسجد لان حجرة حفصة
من المسجد فقد وافق ذلك ما ذكره عن ابن عباس . (الطحاوی

ص ۲۵۶، ج ۱)

”تو اس حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے یہ دو رکعتیں مسجد میں پڑھیں
اس لئے کہ حضرت حفصہؓ کا کمرہ مسجد میں سے تھا پس ہم نے جو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے
ذکر کیا یہ اس کے موافق ہو گیا۔

یعنی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ بھی سنت فجر مسجد میں پڑھ کر جماعت میں شامل ہوئے اور حضرت
عبد اللہ بن عمرؓ بھی سنت فجر مسجد میں پڑھ کر امامت میں شریک ہوئے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ
حجرہ حفصہؓ اس وقت مسجد میں توسیع کر کے شامل کیا گیا تھا۔

محمد الیاس عبدالغنی ماحسین فی الادب الاسلامی لکھتے ہیں

وفی رواية ابن زبالة : فلما احتاج عثمان الى بيت حفصه لتوسيع المسجد قالت فكيف بطريقى الى المسجد ؟ قال لها نعطيك اوسع من بيتك ونجعل لك طريقا مثل طريقك فاعطاها اياه . والله اعلم .

بیوت الصحابة حول المسجد النبوی الشریف، ص ۸۳، الطبعة الرابعة ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹ء اور ابن زبالہ کی روایت میں ہے کہ جب حضرت عثمانؓ مسجد کی توسیع کیلئے حضرت ام المومنین حفصہؓ کے گھر کیلئے محتاج ہوئے آپ نے فرمایا مسجد کیلئے میرا راستہ کیسے ہوگا؟ آپ نے اسے فرمایا ہم آپکو آپکے گھر سے وسیع گھر دیں گے اور آپکو آپکے راستے کی طرح راستہ دیں گے سو حضرت عثمانؓ نے آپکو یہ دیا۔

اور یہ توسیع حضرت عثمانؓ نے ۲۹ھ میں کی ہے جیسا کہ علامہ ابن اثیرؒ ثم دخلت سنة تسع وعشرين کے ذیل میں لکھتے ہیں دیکھئے۔ وفي هذه السنة زاد عثمان في مسجد النبي ﷺ (الكامل في التاريخ، ص ۱۰۳، ج ۳ دار صادر . دار بيروت)

علامہ الحافظ ابن کثیر بھی ۲۹ھ کی تاریخ میں یوں لکھتے ہیں

وفيها وسع عثمان بن عفان مسجد النبي ﷺ. (البداية والنهاية

، ص ۱۶۰، ج ۷ دار الكتب العلمية)

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

آپ مذکورہ بالا جیسے تحقیق کے بعد یوں لکھتے ہیں۔ فواقعة صلوة ابن عمر في حجرة حفصة التي رواها زيد بن اسلم كانت بعد ذلك حتما لان زيد بن اسلم مات سنة ست وثلاثين بعد المائة ولم يدرك عثمان رضي الله عنه فصيح قول

الطحاوی : ان حجرة حفصة كانت من المسجد . (اعلاء السنن ، ص ۱۰۳ ، ج ۷)

پس حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا حضرت حفصہؓ کے حجرہ میں نماز سنت پڑھنے کا واقعہ جو زید ابن اسلمؓ روایت کرتا ہے یقیناً اس (توسیع) کے بعد کا ہے اس لئے کہ زید ابن اسلمؓ ۱۳۶ھ میں وفات ہو چکے ہیں اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کو نہیں پایا تو امام طحاویؒ کا قول صحیح ہے کہ حضرت حفصہؓ کا حجرہ مسجد میں سے تھا۔

حدیث ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

وعن ابی الدرداءؓ انه كان يدخل المسجد والناس صفوف في صلاة الفجر فيصلی الركعتين في ناحية المسجد ثم يدخل مع القوم في الصلوة . (راوہ الطحاوی ، واسناده حسن . آثار السنن ، ص ۲۲۸ ، الطحاوی ، ص ۲۵۶ ، ج ۱ . اعلاء السنن ، ص ۱۰۳ ، ج ۷)

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوتے۔ جب کہ لوگ صفیں باندھے فجر کی نماز میں کھڑے ہوتے تو وہ دو رکعتیں مسجد کے کونے میں پڑھ کر لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتے۔ یہ حدیث طحاویؒ نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔ توضیح السنن۔

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

قوله عن ابی الدرداء... الخ دلالتہ علی معنی الباب ظاهرة . وعلى ان ابالدرداء كان يحمل حديث : اذا قيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة بعد صحته على النهی عن الصلوة في المسجد متصلا بصفوف القوم وكان يجيزها في ناحية المسجد منفصلا عنها كما هو مذهب الحنفية . (اعلاء

السنن، ص ۱۰۳، ۱۰۴، ج ۷)

آپکا قول عن ابی الدرداء... الخ اس کی دلالت باب کے معنی پر ظاہر ہے اور اس پر بھی ظاہر ہے کہ ابو الدرداء حدیث اذا اقيمت الصلوة.... الخ اس کی صحت کے بعد جبکہ مسجد میں فرض نماز کے لئے لوگ کھڑے ہیں قوم کی صفوں کے متصلاً نماز پڑھنے کی نہیں پر محمول کرتے ہیں اور عصفوں سے الگ مسجد کے کسی کونے میں اس کے پڑھنے کو جائز بتاتے ہیں جیسا کہ یہ احناف کا مذہب ہے۔

۳۶۔ حدیث ابو عثمان النهدی رحمہ اللہ

عن ابی عثمان النهدی قال کنا نأتی عمر بن الخطاب قبل ان یصلی الرکعتین قبل الصبح و هو فی الصلوة فنصلی فی آخر المسجد ثم ندخل مع القوم فی صلوٰتہم (رواہ الطحاوی و اسنادہ حسن، آثار السنن ص ۲۲۹، طحاوی ص ۲۵۶ ج ۱، اعلاء السنن ص ۱۰۴ ج ۷، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۵۳ ج ۲)۔ ابو عثمان النهدی نے کہا ہے کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس نماز صبح کی دو رکعت سنتیں پڑھنے سے پہلے آتے جب کہ حضرت عمرؓ نماز میں ہوتے تو ہم مسجد کے آخری کونے میں (نماز سنت) پڑھ کر پھر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہو جاتے یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

فیه دلالة علی موافقة کبار التابعین للحنفیه فی المسئلة و ان عمر رضی اللہ عنہ لم یکن یزجر ہم عن ذلک بل یسکت عنه فان عدم علمہ بحال من یصلی رکعتی الفجر فی آخر المسجد خلفہ بعید۔

(اعلاء السنن ص ۱۰۴ ج ۷)۔

اس حدیث میں دلیل ہے کہ کبار تابعین اس مسئلے میں احناف کے موافق ہیں اور یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اس پر زجر نہیں دی بلکہ اس سے خاموش ہو گئے اور یہ آپ کی شان سے بعید ہے کہ مسجد کی آخر میں کوئی دو رکعتیں سنت فجر کی پڑھیں ہیں اور آپ کو اس کا علم نہ ہو۔
ایک اعتراض کا دفعہ کرنا

اعتراض یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اس شخص کو مارتے تھے جو اقامت سن کر نماز پڑھتے تھے۔ روی عن عمر بن الخطاب انه كان اذا رأى رجلاً يصلي وهو يسمع الإقامة ضربه (السنن الکبریٰ ص ۶۸۰ ج ۲)

مولانا ظفر احمد عثمانی اور جواب

آپ یوں لکھتے ہیں: فلا حجة فيه لكونه لم يذكر سنده و ايضا فليس فيه انه كان يضرب من يصلي ركعتي الفجر فيجوز حملة على بقية السنن سواهما و ان سلمنا عمومهما لركعتي الفجر فليس فيه انه كان يضرب من ير كعهما في آخر المسجد فيحتمل انه كان يضرب من كان يصليهما في المسجد متصلا بالقوم (اعلاء السنن ص ۱۰۴ ج ۷)۔

پہلا جواب: پس اس میں کوئی دلیل نہیں اس لئے کہ امام بیہقیؒ نے اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی ہے

دوسرا جواب: اور اسی طرح اس میں یہ نہیں کہ جو آدمی یہ دو رکعتیں سنت فجر پڑھتا تھا تو آپ اُسے مارتے تھے پس اس کا حمل ان دو رکعتوں کے علاوہ سنن پر جائز ہے۔

تیسرا جواب: کہ اگر ہم اس حدیث کا عموم دو رکعات سنت فجر کو بھی تسلیم کریں پس

اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ جو آدمی یہ رکعتیں مسجد کی آخری حصے میں پڑھتا مارتے تھے۔ پس احتمال ہے کہ آپ اُس کو مارتے تھے جو ان دور رکعتوں کو مسجد میں قوم کے متصل صف میں پڑھتا تھا۔

۴۷۔ حدیث ابو عثمان الانصاری

عن ابی عثمان الانصاری رضی اللہ عنہ قال جاء عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ و الامام فی صلوۃ الغداة و لم یکن صلی الرکعتین فصلی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ الرکعتین خلف الامام ثم دخل معهم (رواہ الطحاوی و اسنادہ صحیح ، آثار السنن ص ۲۲۹ ، طحاوی ص ۲۵۶ ج ۱ ، اعلاء السنن ص ۹۹ ، ۱۰۰ ج ۷)۔

ابو عثمان الانصاری رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آئے اور امام صبح کی نماز میں تھا۔ انہوں نے دو سنتیں نہیں پڑھی تھیں۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے امام کے پیچھے دو رکعتیں ادا کیں پھر ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کا اسناد صحیح ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث اور فعل سے بھی معلوم ہوتا ہے بلکہ صریح دلالت کرتا ہے کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اذا اقيمت الصلوة... الخ کی نبی سے مراد متصل عند الصفوف ہے ورنہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تو وہی شخصیت ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے سینے سے لگا کر دعا فرمائی: اللهم علمه الحكمة (بخاری ص ۵۳۱ ج ۱، ترمذی ص ۲۲۲ ج ۲، ابن ماجہ ص ۱۵) اور یہی کچھ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ بھی لکھتے ہیں۔

حدیث ابن عباسؓ اور عثمانی صاحبؓ

و فی اثر ابن عباس ہذا دلالة صریحة علی ان حدیث اذا اقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة. محمول علی الصلاة متصلا بصقوف القوم (اعلاء السنن ص ۱۰۱ ج ۷).

اور پھر عجیب بات تو یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد منع بھی کیا ہے جیسا کہ حدیث ہے: عن ابن عباس قال: اقيمت الصلاة فقامت اصلي الركعتين فاجذبني رسول الله ﷺ فقال: اتصلي الصبح اربعا (المستدرک ص ۴۵۱ ج ۱، السنن الكبرى ص ۶۷۸ ج ۲، آثار السنن ص ۲۲۵، ۲۲۶).

لیکن صاحب ائمتہ پھر بھی جب مسجد میں داخل ہوئے ہیں اور پہلے جب سنتیں نہیں پڑھیں تو مسجد میں ایک طرف سنت اداء کر کے جماعت میں شمولیت کرتے ہیں یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ آپ رازدان ہیں سرشناس ہیں اور اس لئے عثمانی لکھتے ہیں۔

و مع ذلك فقد ثبت عند انه جاء والامام في صلاة الغداة فصلي الركعتين حلف الامام ثم دخل معهم. و اذا تعارض بين رواية الراوي و عمله فالحجة عندنا في عمله دون روايته اعلاء السنن ص ۱۰۱ ج ۷).

اور اس کے باوجود آپ سے ثابت ہے کہ آپ مسجد آئے اور امام نماز فجر میں تھا پس آپ نے امام کے پیچھے دو رکعتیں سنت کی پڑھیں پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل ہوئے اور جب راوی کی روایت اور ان کے عمل میں تعارض آجائے تو ہمارے (احناف) کے نزدیک دلیل اس کے عمل میں سے روایت میں نہیں ہے۔

۳۸۔ حدیث الشعمی "عن مسروق رحمہ اللہ"

و عن الشعبي قال كان مسروق يحنى الى القوم وهم في الصلوة و لم يكن ركع ركعتي الفجر فيصلى الركعتين في المسجد ثم يدخل مع القوم في صلواتهم رواه الطحاوى و اسناده صحيح. آثار السنن ص ۲۲۹، ص ۲۳۰، طحاوى ص ۲۵۶ ج ۱، اعلاء السنن ص ۱۰۵ ج ۷، المصنف لعبد الرزاق ص ۱۸۳ ج ۲، مصنف ابن أبي شيبة ص ۱۵۳ ج ۲)۔

امام شعمیؒ نے کہا مسروق لوگوں کے پاس آتے جب کہ وہ نماز میں ہوتے اور انہوں نے فجر کی دو سنتیں نہ پڑھی ہوتیں وہ مسجد میں دو سنتیں پڑھ کر پھر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہو جاتے۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کا اسناد صحیح ہے۔

۳۹۔ حدیث شعمی "عن مسروق"

عن الشعبي "عن مسروق انه فعل ذلك غير انه قال في ناحية المسجد (رواه الطحاوى و اسناده صحيح، آثار السنن ص ۲۳۰، طحاوى ص ۲۵۶ ج ۱، اعلاء السنن ص ۱۰۵ ج ۷)۔

شعمیؒ نے مسروق سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایسا کہا البتہ انہوں نے کہا "مسجد کے کونے میں" دو رکعتیں پڑھیں۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کا اسناد صحیح ہے۔

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ لکھتے

قوله "عن الشعبي.... الخ" فيه دلالة ايضا على موافقة كبار التابعين للحنفية في المسألة (اعلاء السنن ص ۱۰۵ ج ۷)۔

آپ کا یہ قول کہ امام شعمیؒ... الخ اس میں اسی طرح دلالت ہے کہ کبار تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ

اس مسئلے میں احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے موافق ہیں۔

۵۰۔ حدیث حسن بھری رحمہ اللہ

عن یزید بن ابراہیم عن الحسن انہ کان یقول اذا دخلت المسجد و لم تصل رکعتی الفجر فصلھما و ان کان الامام یصلی ثم ادخل مع الامام ، رواہ الطحاوی و اسنادہ صحیح (آثار السنن ص ۲۳۰ ، طحاوی ص ۲۵۶ ج ۱ ، اعلیٰ السنن ص ۱۰۵ ج ۷)۔

یزید بن ابراہیم سے روایت ہے کہ حسنؒ کہا کرتے تھے ”جب تم مسجد میں داخل ہو اور تم نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں، تو انہیں پڑھ لو، اگرچہ امام نماز پڑھا رہا ہو، پھر امام کے ساتھ شریک ہو جاؤ۔“

۵۱۔ حدیث حسن بھری رحمہ اللہ

و عن یونس قال کان الحسن یقول یصلیھما فی ناحیة المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلوٰتھم (رواہ الطحاوی و اسنادہ صحیح ، آثار السنن ص ۲۳۰ ، طحاوی ص ۲۵۶ ج ۱)۔

یونس نے کہا حسنؒ کہا کرتے تھے، انہیں دو سنتوں کو مسجد کے کونے میں پڑھ کر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہو جاؤ۔ یہ حدیث طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کا اسناد صحیح ہے۔

۵۲۔ حدیث ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

عبدالرزاق عن ابن جریج قال : اخبرنی سلیمان بن موسی قال بلغنا عن ابی الدرداء انہ کان یقول : نعم واللہ لئن دخلت و الناس فی الصلوة لا عمدن الی ساریة من سواری المسجد ثم لا رکنھما ثم لا کملنھما ثم لا اعجل عن اکمالھما ثم امشی الی الناس فاصلی مع الناس الصبح (المصنف لعبد الرزاق

ص ۱۸۲ ج ۲)۔
 --- آپ نے کہا کہ ہمیں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے خبر پہنچی ہے کہ آپ کہا کرتے تھے کہ ہاں خدا کی قسم اگر میں مسجد میں داخل ہوں اور لوگ نماز میں ہوں تو میں ضرور مسجد کی ستونوں میں سے کسی ستون کا ارادہ کروں گا۔ پھر ضرور یہ دو رکعتیں پڑھوں گا پھر ضرور ان کو مکمل کروں گا پھر ان کی تکمیل سے جلدی نہیں کروں گا پھر لوگوں کے پاس جاؤں گا پس لوگوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھوں گا۔

۵۳۔ حدیث سعید بن جبیر رحمہ اللہ

عن سعید بن جبیر انه جاء الى المسجد و الامام في صلاة الفجر فصلی
 الركعتين قبل ان يلج المسجد عند باب المسجد

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آپ مسجد آئے اور امام نماز فجر میں مشغول تھا۔ پس آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے مسجد کی دروازے کے پاس دو رکعتیں سنت پڑھیں۔ حدیث نقل کرنے سے مقصد صرف اتنا ہے کہ دیکھئے۔ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اذا اقيمت الصلوة.... الخ اپنی عموم اور دلالت میں قطعی نہیں ہے اس میں تخصیصات ہیں جو پہلے بھی قدر تفصیل سے گزر چکی ہیں وہاں دیکھئے۔

۵۴۔ حدیث ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

عن ابی الدرداء قال انی لا جنی الی القوم و هم صفوف فی صلاة الفجر

فاصلی الركعتين ثم انضم اليهم (المصنف لابن ابی شیبہ ص ۱۵۴ ج ۲)۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں لوگوں کو آتا ہوں اور وہ نماز فجر میں صفوف میں ہوتے ہیں پس میں دو رکعتیں سنت پڑھتا ہوں پھر میں ان کے ساتھ شامل ہوتا

ہوں۔ یہاں تک جتنی احادیث پیش کی گئیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ سنت فجر تمام سنتوں میں اہم اور بہت موکد ہیں کسی حال میں رسول اللہ ﷺ نے ترک نہیں کی ہیں نہ سفر میں نہ حضر میں نہ اداء میں اور نہ قضاء میں۔

اور خود بھی اقامت کے وقت ادا کی ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اقامت اور جماعت کھڑی ہو جانے کے باوجود پڑھی ہیں۔ مسجد کے باہر یا دروازے کے پاس یا مسجد کے کسی کونے میں یا ستون مسجد کے پیچھے جبکہ ان کا خیال تھا کہ ہم سے فرض نماز فوت نہیں ہو سکتی اور جن کا یہ گمان تھا کہ ہم سے جماعت فوت ہو جائے گی تو انہوں نے سنت اس وقت ترک کی ہیں اور طلوع سورج کے بعد پڑھی ہیں جو انشاء اللہ بعد میں ذکر کروں گا اور یہی کچھ الحمد للہ ثابت ہے، مبرہن اور مدلل ہے۔ اب صاحب پوسٹر کی دلائل بھی دیکھ لیں اور احناف ان دلائل سے جو جوابات کرتے ہیں وہ بھی ملاحظہ کریں الحمد للہ فقہاء امت کی نظریں تمام احادیث پر ہوتی ہیں اور ان کو علل احکام پر احکام بنا کرنے ہوتے ہیں لانہم ہم الاطباء زادہم اللہ عزاء و شرفاً فی الدارین آمین و صلی اللہ علی النبی الکریم۔

﴿صاحب پوسٹر کے سات احادیث اور اس کے جوابات﴾

ایک روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے کہ اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة (مسلم ص ۲۴۷ ج ۱، ابوداؤد ص ۱۸۷ ج ۱، ابن ماجہ ص ۸۰، ترمذی ص ۹۶ ج ۱، دارمی ص ۴۰۸، مسند احمد ص ۳۳۱، ۳۵۵، ۵۱۷، ۵۳۱ ج ۲)۔

دوسری دلیل حدیث عبداللہ بن مالک بن خسیہ رضی اللہ عنہ ہے کہ ان رسول اللہ ﷺ مر برجل یصلی وقد اقيمت صلوة الصبح فکلمہ بشئی لا ندری ما هو فلما انصرفنا احطنا به نقول ما اذا قال لك رسول الله ﷺ قال قال لی یو شک ان یصلی احدکم الصبح اربعا (مسلم ص ۲۴۷ ج ۱، نسائی ص ۱۳۹ ج ۱، دارمی ص ۴۰۹)۔

تیسری دلیل حدیث عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ ہے کہ دخل رجل المسجد و رسول الله ﷺ فی صلاة لغداة فصلى ركعتين فی جانب المسجد ثم دخل مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما سلم رسول الله ﷺ قال يا فلان باي الصلوتين اعتددت ابصلوتك وحدك ام بصلاتك معنا (مسلم ص ۲۴۷ ج ۱، ابوداؤد ص ۱۸۷، نسائی ص ۱۳۹ ج ۱)۔

چوتھی دلیل حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: اقيمت صلوة الصبح فقامت لاصلي الركعتين فاخذ بيدي النبي ﷺ وقال اتصلي الصبح اربعا (مجمع الزوائد ص ، مستدرک ص)۔

پانچویں دلیل حدیث ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہے کہ ان رسول اللہ ﷺ رای رجلا

صلی رکعتی الغداة حين یقیم فغمر النبی ﷺ منکبه و قال الا کان هذا قبل
ذا (مجمع الزوائد ص) .

چھٹی دلیل: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے : قال اقيمت صلوۃ الصبح
فقام رجل یصلی الركعتین ف جذب رسول اللہ ﷺ و قال اتصلی الصبح
اربعا (مسند احمد ص) .

ساتویں دلیل: حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ ان النبی ﷺ
خرج حين اقيمت لصلوة الصبح فرأى ناساً یصلون فقال اصلا تان معا ؟
التمہید لابن عبدالبر .

ان احادیث سے ایک مشترک جواب احناف کی طرف سے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
ابن کسینہ یا عبداللہ بن سرجس اور عبداللہ بن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم کو اسلئے منع کیا کہ وہ
صفوں کے قریب اور متصل ایک ہی مکان میں سنت پڑھتے تھے اور سنت اور فرض نماز کے
درمیان فصل نہیں تھی جیسا کہ علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں ۔

علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری

ان رسول اللہ ﷺ مر با بن بھینہ و هو یصلی بین یدی نداء الصبح فقال لا
تجعلوا هذه الصلاة نخلاۃ الظهر واجعلوا بینہما فصلا . فبان بهذا ان الذی
کرہہ النبی ﷺ لابن بھینہ و صلہ ایاہا بالفریضة فی مکان واحد دون ان
یفصل بینہما بشئ یسیر (قلت) فعلم بذلك انه ما اعتبر الفصل الیسیر
والسلام مند و کان سبب الکراہۃ الوصل بین الفرض و النفل فی مکان واحد
و لا اعتبار بالفصل بالسلام فتقتضی ذلک ان لا یکرہ خارج المسجد و لا

فی زاویۃ عنہ و هذا هو التحقيق فی استنباط الاحکام من النصوص و ليس
ذلك بالتحسيس من الخارج (عمدة القاری ص ۱۸۵ ج ۵).

رسول اللہ ﷺ ابن نحسینہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور وہ نماز صبح کی اقامت کی
جگہ نماز (سنت) پڑھ رہے تھے پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ نماز نماز ظہر کی طرح نہ پڑھو اور
ان دونوں کے درمیان فصل (جدائی) کرو۔ پس اس سے ظاہر ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے
ابن نحسینہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ مکروہ جانا کہ ان دونوں کے درمیان کسی فصل کے بغیر ایک
ہی مکان میں فرض کے متصل پڑھے۔ میں کہتا ہوں پس اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ
نے سلام پھیرنے اور معمولی فصل کو معتبر نہیں سمجھا۔ اور سبب کراہت فرض اور نفل کے درمیان
ایک مکان میں وصل کرنا تھا اور سلام سے فصل کا کوئی اعتبار نہیں۔ پس اس کا تقاضا یہ ہے کہ نہ مسجد
کے باہر مکروہ ہیں اور نہ مسجد کے کسی کونے میں مکروہ ہیں۔ اور یہ نصوص سے احکام مستنبط کرنے
میں بس یہی تحقیق ہے۔ اور یہ خارج سے معلومات نہیں۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ لکھتے ہیں

آپ حدیث عبد اللہ بن سرجسؒ کے ذیل میں بھی یہی کچھ لکھتے ہیں دیکھئے۔

والحدیث عندنا محمود علی ان الرجل صلی الرکعتین فی جانب المسجد

مخالطاً للصف یدل علیہ لفظ ابن ماجہ فانہ روی من طریق ابی معاویۃ عن

عاصم عن عبد اللہ بن سرجس ان رسول اللہ ﷺ رأى رجلاً یصلی الرکعتین

قبل الغداة وهو فی الصلوة ان رؤیتہ ﷺ اياه لم یکن الا وهو فی جانب

المسجد عند الصف الاول یصلی واما اذا صلی غیر مخالطاً للصفوف فلا

مانع منه فی هذا الحدیث . (بذل المجہود، ص ۲۶۳، ج ۲)

اور ہمارے نزدیک حدیث اس پر حمل ہے کہ اس آدمی نے دو رکعتیں نماز صف سے مخلوط مسجد میں ایک جانب میں پڑھیں ابن ماجہ کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ پس آپ نے ابو معاویہ کے طریق سے روایت کی ہے اور اس نے عاصم سے اور اس نے حضرت عبداللہ بن سرجس سے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں سنت پڑھتا تھا اور آپ ﷺ نماز میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا انکو دیکھنا نہیں تھا مگر اس لئے کہ وہ مسجد کی ایک طرف میں صف اول کے پاس نماز پڑھ رہا تھا اور جب کوئی صفوں سے غیر مخلوط نماز پڑھتے تو پس اس حدیث میں اس سے کوئی مانع نہیں ہے۔

حضرت قاضی محمد بن رحمہ اللہ بھی یہی کچھ لکھتے ہیں

فانه كان قد صلى ركعتي الفجر متصلا بصفوف الجماعة وهذا حكمه عندنا
ايضا اے لايجوز ان يصلى ركعتي الفجر متصلا بالصفوف بل يصلى خارج
المسجد هذا هو اصل المذهب عندنا ثم وسع المتأخرون واجازوا داخل
المسجد ايضا لكن بعيدا عن الصفوف اما قريبا متصلا بالصفوف فلا .
(كشف الودود على سنن ابى داود ، ص ۱۱۷ ، ۱۱۸)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاویؒ لکھتے ہیں

امام طحاویؒ حدیث حضرت ابن مسینہؒ کے جواب میں لکھتے ہیں . انه قد يجوز ان يكون
رسول الله ﷺ انما كره ذلك لانه صلى الركعتين ثم وصلهما بصلوة
الصبح من غير ان يكون تقدم او تكلم . (شرح معاني الآثار ، ص ۲۵۴ ، ج ۱)
جائز ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو مکروہ اس لئے جانا کہ انہوں نے یہ دو رکعتیں سنت کی
پڑھیں اور صلاۃ فجر کے متصل پڑھیں اس کے بغیر کہ وہ آگے ، تے یا کچھ کلام کرتے ۔

اور اسی طرح کرنے سے حدیث میں ممانعت ہے جیسا کہ امام طحاویؒ آگے لکھتے ہیں
 عن محمد بن عبد الرحمن ان رسول الله ﷺ مر بعبد الله بن مالک ابن
 بحينة وهو منتصب يصلى بين يدي نداء الصبح فقال لا تجعلوا هذه الصلوة
 كصلوة قبل الظهر وبعدها واجعلوا بينهما فصلا فيبين هذا الحديث ان الذي
 كرهه رسول الله ﷺ لابن بحينة هو وصله اياها بالفريضة في مكان واحد لم
 يفصل بينهما بشئ وليس لانه كره له ان يصليها في المسجد اذا فرغ منها
 تقدم الى الصفوف فصلى الفريضة من الناس .

(الطحاوی ص ۲۵۴، ۲۵۵، ج ۱)

محمد بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عبد اللہ بن مالک ابن خنیہ کے پاس
 گزرے اور وہ کھڑے تھے اور نماز صبح کی اقامت کے وقت نماز پڑھتے تھے۔ پس آپ نے
 ارشاد فرمایا کہ یہ نماز ظہر سے پہلے اور اس کے بعد کی نماز کی طرح نہ پڑھو۔ اور ان دونوں (سنت
 اور فرض) کے درمیان فصل (جدائی) کرو۔ پس اس حدیث شریف میں یہ بیان ہے کہ رسول
 اللہ ﷺ نے جو چیز ابن خنیہ کیلئے مکروہ جانا وہ ان کا ان سنتوں کے فرض کے ساتھ ایک ہی
 مکان میں وصل کیساتھ پڑھنا ہے کہ ان کے درمیان کوئی فصل اختیار نہیں کی۔ اور آپ ﷺ نے
 اس لئے اسکو مکروہ نہیں جانا کہ انہوں نے یہ مسجد میں پڑھیں اور جب ان سے فارغ ہوئے تو
 صفوں سے آگے ہو کر لوگوں کے ساتھ فرض نماز پڑھ لی۔

اسی طرح حدیث سائب بن یزید بھی پیش کی ہے کہ آپ کہتے ہیں: صليت مع معاوية
 الجمعة في المقصورة فلما فرغت قمت لا تطوع فخذ. خوبی فقال لا تفعل
 حتى تقدم او تكلم فان رسول الله ﷺ كان يأمر بذلك . (الطحاوی

(ص ۲۵۵، ج ۱)

میں نے حضرت معاویہؓ کے ساتھ مقصورہ میں نماز جمعہ پڑھی پس جب میں فارغ ہوا (فرض سے) تو سنتوں کیلئے کھڑا ہو گیا پس آپ نے میرے کپڑے پکڑے اور کہا کہ ایسا مت کرنا یہاں تک کہ تم آگے ہو جاؤ یا باتیں کرو۔ بیشک رسول اللہ ﷺ اس کا حکم کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن سر جس کی حدیث جس میں خلف الناس الفاظ بھی ہیں جس کا امام طحاویؒ یوں جواب دیتے ہیں:

انه قد يجوز ان يكون قوله "كان خلف الناس" اى كان خلف صفوفهم لافضل بينه وبينهم فكان شبهه المخالط فذلك ايضا داخل فى معنى ما بان من حديث ابن بحنه وهذا مكروه عندنا وانما يجب ان يصلّيها فى مؤخر المسجد ثم يمشى من ذلك المكان الى اول المسجد فاما ان يصلّيها مخالطا لمن يصلّي الفريضة فلا۔ (طحاوی، ص ۲۵۵، ج ۱)

جائز ہے کہ راوی کا یہ قول "کہ لوگوں کے پیچھے تھے" یعنی وہ لوگوں کی صفوں کے پیچھے تھے ایہ کہ آپ اور ان کے درمیان کوئی فصل نہیں تھی پس ان کے ساتھ اختلاط کرنے کے مشابہہ تھے سواں سے بھی حدیث ابن تحسینہ جیسا مطلب ظاہر ہوتا ہے اور اس کے حکم میں داخل ہے اور یہ ہمارے نزدیک بھی مکروہ ہے۔ اور واجب یہ ہے کہ یہ دونوں رکعتیں مسجد کی آخر میں پڑھے اور پھر اس مکان سے مسجد کے اول کو جائے اور جو یہ دونوں رکعتیں فرض نماز پڑھنے والوں کے ساتھ اختلاط کر کے پڑھتے ہیں پس یہ صحیح نہیں۔

پھر امام طحاویؒ اس قول کی تائید اور دلیل میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث کو یوں پیش کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے یا ایہا الناس لاتنقوا اللہ افصلوا صلاتکم قال

وكان عبد الله ابن عباس لا يصلي الركعتين بعد المغرب الا في بيته فاراد
عبد الله بن عباس "منهم الفصل من الفريضة والتطوع وذلك الذي اريد في
حديث ابى هريرة وابن بحنة وابن سرجس" والله اعلم . (الطحاوى، ص
۲۵۵، ج ۱)

اے لوگوں تم خدا سے نہیں ڈرتے کہ اپنی نماز میں فصل کرو (یعنی فرائض و سنن میں فصل کیجئے) امام
شعبہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نماز مغرب کے بعد دو رکعتیں سنت اپنے گھر پڑھتے تو
حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے ان سے فرض اور نفل میں فصل کرنے کا ارادہ کیا اور یہی وہ چیز ہے
جو حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن کسینہؓ اور ابن سرجسؓ کی حدیث میں بھی مراد ہے واللہ اعلم

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

عثمانی صاحبؒ نے دیگر کئی جوابوں کیساتھ ایک جواب یہ بھی دیا ہے کہ اصل احکام میں تعلیل ہے
وعلة النهی فی قوله : " اذا اقيمت الصلاة فلا صلوة الا المكتوبة " عندنا
خشية التباس صلوة الفرض بالنفل و كراهة الاختلاف مع الامام والقوم .
(اعلاء السنن، ص ۱۱۵، ج ۷)

اور نبی کی علت حدیث اذا اقيمت... الخ میں ہمارے نزدیک فرض نماز کا نفل نماز کے ساتھ
التباس کا ڈر ہے اور امام اور قوم کے ساتھ اختلاف کی کراہت ہے۔ پھر مانعین کے پانچ
حدیثیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ففي قوله ﷺ "الصبح اربعا؟" و اتصلی
الصبح اربعا؟ "و" یوشک ان یصلی احدکم الصبح اربعا " و "الا کان هذا
قبل هذا" دلالة علی ما قلنا من ان علة النهی خشية الالتباس بین الفريضة و
النفل و كراهة الاختلاف مع الامام والقوم فلو حصل الا من من ذلك بان

صلاهما خارج المسجد او داخله بعيدا عن الجماعة لا تنفت الكراهة لانتفاء العلة . وهذا هو الذي فهمه ابن عباس مع كونه يروى قوله ﷺ " اتصلي الصبح اربعا " فقد ثبت عنه انه جاء المسجد و الامام في صلاة الغداة فصلى الركعتين خلف الامام ثم دخل معه كما مر (اعلاء السنن ص ۱۱۷ ج ۷).

پس آپ ﷺ کا قول (کہ "آیا صبح کی چار رکعتیں ہیں؟ اور" کیا تم صبح کی چار رکعتیں پڑھتا ہے اور" قریب ہے کہ تم میں سے ایک صبح کی نماز چار رکعتیں پڑھے گا۔ اور" کیا یہ اس سے پہلے نہیں تھی" اس پر دلالت ہے جو ہم کہتے ہیں کہ نبی کی علت فرض اور نفل کے درمیان التباس کا ڈر ہے اور امام اور قوم کے ساتھ اختلاف کی کراہت ہے۔ پس اگر اس سے امن حاصل ہو ایسا کہ مسجد کے باہر یہ دونوں رکعتیں پڑھیں یا مسجد کے اندر جماعت سے دور پڑھیں تو علت کے انتفاء کی وجہ سے کراہت بھی منقش ہوئی۔ اور یہی وہ چیز ہے جسکو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فہم کیا ہے اس کے باوجود کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے آپ کا فرمان "اتصلي الصبح اربعا" روایت کرتے ہیں۔ پس بیشک آپ سے ثابت ہے کہ آپ مسجد آئے اور امام نماز صبح میں مشغول تھا۔ پس آپ نے دور رکعتیں سنت امام کے پیچھے پڑھیں پھر ان کے ساتھ نماز میں داخل ہوئے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

علامہ بدرالدین عینیؒ کی تحقیق سے لیکر یہاں تک خلاصہ جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں صفوف کے متصل سنت پڑھنے سے منع ہے۔ مسجد سے خارج یا مسجد کے اندر کسی کونے میں یا صفوف سے دور پڑھنے سے منع نہیں۔ یہ علماء محدثین احناف رحمہم اللہ کیوں یہ بات کرتے ہیں؟ اس پر کیوں زور لگاتے ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ ان محدثین کی نظریں تمام حدیثوں پر ہوتی ہیں جو پہلے گزر چکی ہیں اور صحابہ کرامؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے رمز شناس تھے یہ نہیں کہ آپ رسول

اللہ ﷺ کے خلاف عمل کیا کرتے تھے جو ہمارے لئے حجت نہیں ہم تو صرف رسول اللہ کی مانیں گے اور بس۔ خدا کے بندوں ہم پندرہویں صدی کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے تابعدار و فادار بنتے ہیں اور صحابہ کرام آپ کے خلاف صف آرا ہیں حاشا وکلا! بس ذلك الفهم اعاذنا الله و اياكم منه آمين و صلى الله على النبي الكريم.

﴿طلوع شمس سے قبل دو رکعتیں سنت پڑھنا﴾

صاحب پوسٹرنے دو حدیثیں نقل کی ہیں کہ اگر سنت فجر رہ گئیں تو امام کے ساتھ بندہ شامل ہو تو طلوع سورج سے قبل پڑھ لیا کرے۔ ایک حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی اور دوسری حضرت عطاء بن ابی رباحؓ کی۔ لہذا اس پر بھی حسب استطاعت کچھ تفصیل کی جاتی ہے لیجئے۔

حدیث حضرت قیس رضی اللہ عنہ

عن قيس رضي الله عنه قال خرج رسول الله ﷺ فاقيمت الصلاة فصليت معه الصبح ثم انصرف النبي ﷺ فوجدني اصلي فقال مهلاً يا قيس اصلوتان معا قلت يا رسول الله اني لم اكن ركعت ركعتي الفجر قال فلا اذن . رواه الاربعة الا النسائي و احمد و ابو بكر بن ابى شيبة و الدارقطني و الحاكم و البيهقي . قال النيموى اسناده ضعيف (آثار السنن ص ۲۳۰)۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو نماز کھڑی کر دی گئی۔ میں نے آپ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ پھر نبی ﷺ واپس لوٹے مجھے نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ آپ نے فرمایا ”اے قیس! چھوڑو کیا دو نمازیں اکٹھی“ میں نے عرض کیا اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! میں نے فجر کی دو سنتیں نہیں پڑھی تھیں۔ آپ نے فرمایا اس وقت نہ پڑھو۔ یہ حدیث نسائی کے علاوہ

اصحاب اربعہ، ائمہ، ابو بکر بن ابی شیبہ، دارقطنی، حاکم اور بیہقی نے نقل کی ہے۔ نیوی نے کہا اس کی اسناد ضعیف ہے۔ ترجمہ از توضیح السنن ص ۳۹۳۔

پہلا جواب: پہلا جواب تو یہ ہے کہ فلا اذن کا یہ معنی نہیں کہ فلا باس اذن بلکہ معنی یہ ہے کہ فلا تعلل اذن فلا تصلھما اذن اس معنی کی تائید کے لئے حدیث لیجئے۔ حضرت عامر کو حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنھما حدیث بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جا کر فرمایا کہ یا رسول اللہ میں آپ گواہ بنانا ہوں کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو اتنا اتنا مال وغیرہ عطیہ دے دیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپ نے ہر بیٹے کو اسی طرح عطیہ دیے ہیں۔ بشیر نے کہا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا پس میرے علاوہ کسی اور کو گواہ کرو۔ پھر فرمایا کہ آپ کو یہ پسند نہیں کہ یہ سارے نیکی میں آپ کے لئے برابر ہوں۔ آپ نے کہا کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا فلا اذا پھر اسی طرح نہ کریں۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

عن عامر ان النعمان بن بشیر حدّثہ ان اباہ انطلق بہ الی رسول اللہ ﷺ یحملہ فقال یا رسول اللہ انی اشھدک انی قد نحلّ النعمان کذا و کذا فقال اکل ولدک نحلّ؟ قال لا قال فاشھد غیری ثم قال: الیس یسرک ان یکونوا فی البر سواء؟ قال بلی قال فلا اذا (ابوداؤد ص ۱۴۳ ج ۱، الادب المشرود ص ۲۸)۔

مطلب یہ کہ یہ زجر کے الفاظ ہیں اور اس کے لئے قرینہ اصلو تان معاً بھی ہے۔ اور اس معنی کو اختیار کرنے کے لئے۔ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ حدیث احادیث النہی عن الصلوۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس کی خلاف ہے جو متواتر ہیں جنکی تفصیل انشاء اللہ العزیز بعد

میں آنے والی ہے۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں

دوسرے ”فلا اذن“ کے معنی ہمارے نزدیک ”فلا باس اذن“ نہیں بلکہ فلا تصل اذن ہے اور یہ

توجیہ اگرچہ متبادر کے خلاف ہے لیکن مذکورہ بالا دلائل کی وجہ سے اس کو اختیار کئے بغیر چارہ

نہیں واللہ اعلم بالصواب (درس ترمذی ص ۱۹۱ ج ۲، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

دوسرا جواب: یہ حدیث ضعیف ہے اس میں ایک راوی عبدالعزیز بن محمد الدراوردی ہے جو سعد

بن سعید سے روایت کرتا ہے اور یہ مختلف فیہ ہے۔

علامہ ابن حجرؒ یوں لکھتے ہیں

صدوق کان یحدث من کتب غیرہ فیخطنی (تقریب ص ۶۰۷ ج ۱)۔

آپ سچے تھے اوروں کی کتابوں سے حدیث بیان کرتے تھے سو غلطی میں پڑ جاتے۔ اور

تہذیب میں یوں لکھتے ہیں:

قال احمد بن حنبل کان معروفا بالطلب و اذا حدث من کتابہ فہو صحیح و

اذا حدث من کتب الناس و ہم و کان یقرأ من کتبہم فیخطنی . و قال ابو

زرعة سنی الحفظ فربما حدث من حفظہ الشئی فیخطنی . و قال النسائی

لیس بالقوی . و قال الساجی کان من اهل الصدق و الامانة الا انه کثیر

الوہم (تہذیب التہذیب ص ۳۵۲، ۳۵۵ ج ۶)۔ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ یہ

طلب حدیث سے مشہور تھے اور جب اپنی کتاب سے حدیث بیان کرتے تھے پس یہ صحیح تھے

اور جب لوگوں کی کتابوں سے حدیث بیان کرتے تھے تو غلطی کرتے اور یہ ان کی کتابوں سے

پڑ جتے تھے پس غلطی میں پڑ جاتے۔ اور ابو زرعةؒ نے کہا ہے کہ یہ بُرے حافظے والے تھے۔ پس کئی

بار اپنی یادداشت سے حدیث بیان کرتے تو غلطی میں پڑھ جاتے اور امام نسائی نے کہا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے اور ساجی نے کہا ہے کہ آپ صداقت و امانت والوں میں سے تھی مگر کثیر الخطا تھے علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

وقال ابو زرعة سنی الحفظ (الكاشف ص ۱۷۸ ج ۲، دارالکتب العلمیة).
اور المغنی میں یوں لکھتے ہیں: صدوق غیرہ اقویٰ منہ و قال احمد بن حنبل اذا
حدث من حفظه یهم لیس ہو بشئی و اذا حدث من کتابه فنعیم و قال ایضا :
اذا حدث من حفظه جاء ببواطیل و قال ابو حاتم لا یحتج به ؛ (المغنی فی
الضعفاء ص ۲۳۳ ج ۱). اور میزان میں یوں لکھتے ہیں : صدوق من علماء المدینة
غیرہ اقویٰ منہ ، قال احمد بن حنبل اذا حدث من حفظه جاء ببواطیل و قال
ابو حاتم لا یحتج به . و قال ابو زرعة سینی الحفظ (میزان الاعتدال ص
۶۳۳، ۶۳۴ ج ۲).

اور سیر میں بھی لکھتے ہیں۔ وقال ابو زرعة سینی الحفظ و عن احمد قال : کان
الدر اور دی اذا حدث من حفظه یهم لیس ہو بشئی و اذا حدث من کتاب فنعیم
وقال ابو حاتم لا یحتج به . (سیر اعلام النبلاء ، ص ۳۶۷، ج ۸)

دوسرا راوی سعد بن سعید

اسی طرح اس میں دوسرا راوی سعد بن سعید ہے جو عبدالعزیز بن محمد الدراوردی کا استاذ ہے یہ بھی
ضعیف اور مختلف فیہ ہے

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں

صدوق سینی الحفظ - (تقریب، ۳۴۳، ج ۱)

سنی الحافظہ ہے اور سچا ہے۔

اور تہذیب میں یوں لکھتے ہیں: قال عبد اللہ بن احمد عن ابیہ ضعیف و کذا قال ابن معین فی روایۃ وقال فی روایۃ اخرى صالح وقال النسائی لیس بالقوی وقال ابن سعد کان ثقة قليل الحديث . وقال الترمذی تکلموا فیہ من قبل حفظہ

(تہذیب التہذیب، ص ۴۷۰، ۴۷۱، ج ۳)

عبداللہ بن احمد اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے اور اسی طرح ابن معین بھی ایک روایت میں کہتے ہیں اور دوسری روایت میں کہتے ہیں کہ آپ صالح ہیں اور امام نسائی کہتے ہیں کہ آپ قوی نہیں ہیں اور علامہ ابن سعد کہتے ہیں کہ آپ قلیل الحدیث اور ثقہ ہیں۔ اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ علماء نے آپ کے بارے میں حافظہ کی حیثیت سے کلام کیا ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں

صدوق قال س: لیس بالقوی۔ الکاشف، ص ۲۷۷، ج ۱ سچا ہے امام نسائی نے کہا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے۔ اور مغنی میں یوں لکھتے ہیں: حسن الحديث تابعی ضعفه احمد وابن معین المغنی فی الضعفاء، ص ۳۹۴، ج ۱)

آپ کی حدیثیں حسن ہیں۔ آپ تابعی ہیں ان کو امام احمد بن حنبل اور ابن معین نے ضعیف کا نسبت کی ہے۔ اور میزان میں یوں لکھتے ہیں: ضعفه احمد بن حنبل وقال النسائی: لیس بالقوی . وقال ابن عدی لا اری بحديثه بأساً .

(میزان الاعتدال، ص ۱۲۰، ج ۲)

..... اور ابن عدی نے کہا ہے کہ میں ان کی احادیث پر اعتراض نہیں دیکھتا ہوں۔

اور میر میں یوں لکھتے ہیں: قال فیہ النسائی: لیس بالقوی ۔

(سیر اعلام النبلاء، ص ۳۸۲، ج ۵)

علامہ ابن عدی الجرجانی لکھتے ہیں

ثنا ابن حماد ، ثنا عبد الله عن ابيه قال : سعد بن سعيد اخو يحيى بن سعيد
ضعيف الحديث . و قال النسائي ليس بالقوى - اور پھر آخر میں اپنی رائے بھی
پیش کرتے ہیں کہ و لسعد بن سعيد احاديث صالحة تقرب من الاستقامة و لا
ارى بحديثه بأسا بمقدار ما يرويه (الكامل فى ضعفاء الرجال ص ۳۸۷،
۳۸۹ ج ۴)۔

علامہ ابو جعفر ابن حماد العقلمی لکھتے ہیں

حدثنا عبد الله بن احمد قال : قال ابى سعد بن سعيد اخو يحيى بن سعيد
الانصارى ضعيف الحديث (كتاب الضعفاء ص ۴۸۱ ج ۲)۔

حضرت امام نسائی لکھتے ہیں

سعد بن سعيد بن قيس مدني ليس بالقوى ، كتاب الضعفاء و المتروكين ص
۲۹۳، اداره ترجمان السنۃ لاہور۔ لہذا یہ دونوں راوی ضعیف ہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے اس
لئے امام نیوی لکھتے ہیں و اسنادہ ضعیف۔ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے۔

تیسرا جواب: تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے ضعف کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ
حدیث متصل نہیں ہے بلکہ منقطع ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

و اسناد هذا الحديث ليس بمتصل محمد ابن ابراهيم التيمي لم يسمع من
قيس ترمذی ص ۹۶ ج ۱۔

اس حدیث کی اسناد متصل نہیں۔ محمد بن ابراہیم النبیؒ نے قیس سے سماع نہیں کیا ہے۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں

جہاں تک حدیث باب کا تعلق ہے اول تو امام ترمذیؒ کی تصریح کے مطابق وہ منقطع ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں و اسناد هذا الحديث ليس بمتصل درس ترمذی ص ۱۹۱ ج ۲۔

شیخ الحدیث مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں

آپ شوکانی کی تردید کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں: بل الحق انه بجميع طرقه مرسل و ليس له سند واحد متصل (اعلاء السنن ص ۱۳۱ ج ۷)۔ بلکہ حق یہ ہے کہ یہ حدیث تمام طرق سے مرسل ہے اور اس کی ایک سند بھی متصل نہیں ہے۔

چوتھا جواب: چوتھا جواب ابوداؤد کی روایت پر بنا ہے۔ ابوداؤد کے آخری الفاظ یوں ہیں فسکت رسول الله ﷺ (ابوداؤد ص ۱۸۷ ج ۱)۔

پس رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبل طلوع الشمس نماز پڑھنے سے نہیں کی ہے جو کہ انشاء اللہ العزیز بعد میں ذکر کیا جائے گا۔ لہذا آپ کی سکوت کو نبی کے بعد جواز پر حمل نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہ سکوت نبی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں

وثانیا لما ثبت: نهى رسول الله ﷺ عن الصلوة بعد الصبح حتى تطلع الشمس فسكوتہ علیہ السلام لا يحمل علی التقرير.

(بذل المجہود ص ۲۶۴ ج ۲)۔

حضرت قاضی شمس الدین نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں

فوله فسکت رسول الله ﷺ قلت ولكن قال النبي ﷺ لا صلوة بعد

صلوة الفجر حتى تطلع الشمس و السكوت لا يعارض النهی الصریح لانه
دونه فلا يقضيهما قبل طلوع الشمس نعم ان يقضيهما بعد ما طلع الشمس و
ذهب صفرتها و ابيضت.

(كشف الودود علی سنن ابی داؤد ص ۱۱۸ ج ۱).

آپ کا قول: پس رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ میں کہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا
ہے کہ نماز فجر کے بعد نماز پڑھنا یہاں تک نہیں کہ سورج طلوع ہو جائے اور سکوت نہی صریح کا
معارضہ نہیں کر سکتی اس لئے کہ یہ اس سے ادنیٰ ہے۔ پس سورج طلوع ہونے سے پہلے یہ دو
رکعتیں نہیں پڑھیں گے۔ ہاں اگر ان دونوں کو قضا پڑھ لیں جبکہ سورج طلوع ہو جائے اور
اس کی زردی جا کر سفید ہو جائے۔

پانچواں جواب: پانچواں جواب محدثین یہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث قبل انہی ہے اور
بعد میں رسول اللہ ﷺ نے نہی فرمائی ہے لہذا اب ممنوع ہے۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ لکھتے ہیں

و اما ثالثاً فيتحمل ان تكون هذه الواقعة قبل النهی ثم نهی عنها (بذل

المجهود ص ۲۶۲ ج ۲).

چھٹا جواب: چھٹا جواب تو ایسا ہے کہ یہ دوسری حدیث متدل سے بھی جواب ہے
اور وہ یہ کہ دونوں حدیثیں دیگر تمام ان احادیث سے متضاد اور خلاف ہیں جن میں صلوٰۃ فجر
کے بعد طلوع آفتاب سے قبل نماز پڑھنے سے منع ہے۔ جو میں انشاء اللہ العزیز بعد میں ذکر
کروں گا جو متواتر ہیں اور متواتر احادیث کا خلاف صحیح نہیں۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں

حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک فجر کے فرض کے بعد طلوع شمس سے پہلے سنتیں پڑھنا جائز نہیں بلکہ ایسی صورت میں طلوع شمس کا انتظار کرنا چاہئے اس کے بعد سنتیں پڑھنی چاہئے۔ حنفیہ کی تائید میں وہ تمام احادیث پیش کی جاسکتی ہیں جو صلوٰۃ بعد الفجر کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں اور معنی متواتر ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں

آپ حدیث مذکور پر بحث کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں: فہذا حال حدیث قیس من جهة الاسناد الذی ذکرہ صاحب الاعلام معارضا لاحادیث النہی عن الصلوٰۃ بعد الفجر التی قد بلغت حد التواتر (اعلاء السنن ص ۱۳۱ ج ۷)۔ پس یہ اسناد کی حیثیت سے حدیث قیس کا حال ہے جس کو صاحب ”الاعلام“ (شمس الحق عظیم آبادی) نے ذکر کیا ہے جو نماز فجر کے بعد نماز پڑھنے سے نہی والی احادیث کے معارض ہے (وہ احادیث نہی) جو تواتر کی حد تک پہنچی ہیں

حدیث عطاء بن ابی رباحؓ

دوسری حدیث جو صاحب پوسٹرنے ذکر کی ہے: و عن عطاء بن ابی رباح عن رجل من الانصار قال رای رسول اللہ ﷺ رجلا یصلی بعد الغداة فقال یا رسول اللہ لم اکن صلیت رکعتی الفجر فصلیتہا الآن فلم یقل لہ شیئا۔ اخرجہ ابن حزم فی المحلی و قال العراقی اسنادہ حسن قال النیموی و فیما قالہ نظر (آثار السنن ص ۲۳۳)

عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ نے

ایک شخص کو صبح کی نماز کے بعد نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس نے کہا اے اللہ کے پیغمبر میں نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں۔ میں نے اب وہ پڑھیں۔ آپ ﷺ نے اُسے کچھ نہیں کہا۔ یہ حدیث ابن حزم نے محلی میں نقل کی ہے اور اس کا اسناد حسن ہے۔ نیوی نے کہا جو کچھ عراقی نے کہا اس پر اعتراض ہے۔ ترجمہ از توضیح السنن ص ۳۹۴ ج ۲)۔

امام نیوی رحمہ اللہ نے عراقی کے قول پر کہ اسناد حسن ہے اعتراض کیا ہے کہ یہ صحیح نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس روایت میں حسن بن ذکوان ابو سلمہ بصری ہے جس پر محدثین جرح کرتے ہیں لہذا یہ حدیث حسن نہیں بلکہ ضعیف ہے۔

علامہ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

اس کے بارے میں یوں لکھتے ہیں: صدوق بخطنی و رومی بالقدر و کان بدلس (تقریب ص ۲۰۴ ج ۱)۔ سچا ہے غلطی کرتا ہے۔ اس پر قدریت کا اعتراض ہے اور یہ تدلیس کرتا ہے۔ اور تھذیب میں اس کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

قال ابن معین و ابو حاتم ضعیف . و قال عمرو بن علی کان یحیی یحدث عنه و ما رأیت عبدالرحمن حدث عنه و قال ابو حاتم و النسائی ایضاً لیس بالقوی و قال ابو احمد بن عدی یروی احادیث لا یرویها غیرہ و ارجو انه لا بأس به و ذکرہ ابن حبان فی الثقات . قلت و قال الساجی انما ضعف لمذہبہ و فی حدیثہ بعض المناکیر ذکرہ یحیی بن معین فقال صاحب الاوابد منکر الحدیث و ضعفہ قال و کان قد ریا و قال ابن ابی الدنیا کان یحیی یحدث عنه و لیس عندی بالقوی و قال عبداللہ بن احمد عن ابیہ احادیثہ اباطیل و قال الاثرم قلت لابی عبداللہ ما تقول فی الحسن بن ذکوان فقال احادیثہ

اباطیل . و قال الآجری عن ابی داؤد کان قد ریا (تہذیب التہذیب ص ۲۷۶،

۲۷۷ ج ۲)۔

ابن معینؒ اور ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے اور عمرو بن علیؒ کہتے ہیں کہ تکبی اس سے حدیث بیان کرتے تھے اور میں نے عبدالرحمنؒ کو نہیں دیکھا کہ اس سے حدیث بیان کی ہو اور ابو حاتمؒ اور نسائیؒ بھی کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں ہے اور ابو احمد بن عدیؒ نے کہا ہے کہ یہ وہ احادیث روایت کرتا ہے جو اس کے سوا کوئی روایت نہیں کرتا اور میں امید رکھتا کہ اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا اور ابن حبانؒ نے اسکو ثقات میں ذکر کیا ہے (ابن حبانؒ کا اسکو ثقات میں ذکر کرنا کوئی مقام نہیں رکھتا اس لئے محدثین کے نزدیک اس کا مقام کچھ علیحدہ ہے دیکھئے میری کتاب ”تحقیق الحق فی بیان مکائد اضمحار الحق“ میں کہتا ہوں کہ ساجیؒ نے کہا ہے کہ اس کو اپنے مذہب کی وجہ سے ضعیف کی نسبت کی گئی ہے۔ اور اس کی حدیث میں بعض منکر ہیں۔ اس کا ذکر تکبی بن معینؒ نے کیا تو کہا کہ یہ صاحب منتشر غیر معروف منکر اور ضعیف حدیثوں والا ہے۔ کہا کہ وہ قدری تھا اور ابن ابی الدنیاؒ نے کہا ہے کہ تکبی اس سے حدیث بیان کرتے تھے اور میرے نزدیک یہ قوی نہیں ہے اور عبداللہ بن احمدؒ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ اس کے احادیث باطل ہیں اور اثرؒ نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ سے کہا کہ آپ حسن بن ذکوان کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو آپ نے کہا کہ اس کے احادیث باطل ہیں اور آجریؒ نے ابو داؤد سے روایت کی ہے کہ یہ قدری تھا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

آپ اس پر کلام کر کے یوں رقمطراز ہیں: قال النسائی ليس بالقوى (الكاشف ص ۱۶۱

ج ۱، دار الکتب العلمیہ)۔ اور المغنی میں یوں ثبت کرتے ہیں: قال النسائی ليس بالقوى

و اما احمد فقال احادیثه اباطیل و ضعفه یحیی و ابو حاتم (المغنی فی الضعفاء ص ۲۴۷ ج ۱)۔ اور میزان میں یوں لکھتے ہیں: و هو صالح الحدیث ضعفه ابن معین و ابو حاتم و قال النسائی ليس بالقوی و قال ابن عدی: یروی احادیث لا یرویها غیره علی ان یحیی بن سعید و ابن المبارک قدروا عنه و ارجوا انه لا بأس به و قال ابن المدینی: حدث یحیی عن الحسن بن ذکوان و لم یکن عنده بالقوی. و قال ابن معین: قدری..... حدثنا الاثرم: قلت لابی عبد الله ما تقول فی الحسن بن ذکوان؟ فقال احادیثه اباطیل و قال ابن معین کان صاحب او ابد و ذکره ابن حبان فی الثقات (میران الاعتدال ص ۳۸۹، ۳۹۰ ج ۱)۔ اور یہ صالح الحدیث ہے۔ ابن معین اور ابو حاتم نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام نسائی نے کہا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے اور ابن عدی نے کہا ہے کہ یہ وہ احادیث روایت کرتا ہے جو اس کے سوا کوئی روایت نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ کہ یحیی بن سعید اور عبد اللہ بن المبارک اس سے روایت کرتے ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور ابن المدینی نے کہا ہے کہ یحیی (بن سعید) حسن بن ذکوان سے روایت کرتے تھے اور حالانکہ وہ آپ کے نزدیک قوی نہیں تھے (یعنی اعتبار کے لئے روایت کرتے تھے) اور ابن معین نے کہا ہے کہ یہ قدری تھے..... ہمیں اثرم نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ سے کہا کہ آپ حسن بن ذکوان کے بارے میں کیا کہتے ہیں پس آپ نے کہا کہ اس کی احادیث باطل ہیں اور ابن معین نے کہا ہے کہ یہ منتشر حدیثوں والا ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

علامہ عبد الرحمن بن ابی حاتم لکھتے ہیں

نا عمر و بن علی قال کان یحیی بن سعید یحدث عن الحسن بن ذکوان

و ما سمعت عبد الرحمن ذكره في حديث قط عن يحيى بن معين (۲۴۷)
 (ک) انه قال : الحسن بن ذکوان ضعيف حدثنا عبد الرحمن سمعت ابي
 يقول : الحسن بن ذکوان هو ضعيف الحديث ليس بالقوى (كتاب الجرح و
 التعديل ص ۱۳ ج ۳) ، ترجمہ کی ضرورت نہیں۔

علامہ ابوالفرج عبد الرحمن بن الجوزیؒ لکھتے ہیں

قال يحيى : كان صاحب اوابد منكر الحديث . وقال احمد : احاديثه اباطيل
 وقال النسائي و الدارقطني هو ضعيف ، كتاب الضعفاء و المتروكين ص
 ۲۰۱ ج ۱ ، دار الكتب العلمية .

علامہ ابو جعفر ابن حماد العقيليؒ لکھتے ہیں

..... قال قلت لابي عبد الله : الحسن بن ذکوان ماتقول فيه؟ فقال احاديثه
 اباطيل حدثنا عمرو بن علي قال : كان يحيى يحدث عن الحسن بن ذکوان
 و ما سمعت عبد الرحمن ذكره في حديث قط . حدثنا العباس بن محمد قال :
 سمعت يحيى قال : الحسن بن ذکوان قدرى و كان يحيى بن سعيد يروى عنه
 قال (على بن عبد الله) حدث يحيى بن سعيد عن الحسن بن ذکوان ولم
 يكن عنده بالقوى . (كتاب الضعفاء للعقيلي ، ص ۲۴۲ ، ۲۴۳ ، ج ۱)

علامہ ابواحمد عبد الله بن عدي الجرجانيؒ لکھتے ہیں

..... ثنا عمرو بن علي قال : و كان يحيى لا يحدث عن الحسن بن ذکوان و ما
 سمعت عبد الرحمن ذكره في حديث قط . عن علي قال : حديث يحيى بن
 سعيد عن الحسن بن ذکوان باحرف ولم يكن عنده بالقوى واجزائه

لاباس به . (الكامل في ضعفاء الرجال ، ص ۱۵۸ ، ۱۶۰ ، ج ۳)

..... ہمیں عمرو بن علی نے بیان کیا ہے کہتے ہیں کہ تکھی حسن بن ذکوان سے حدیث بیان نہیں کرتے اور میں نے عبدالرحمن سے نہیں سنا کہ اس کو کسی حدیث میں کبھی ذکر کیا ہو۔ اور علی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ تکھی بن سعید حسن بن ذکوان سے کچھ حروف (یعنی چند حدیث) روایت کرتے ہیں اور وہ آپے نزدیک قوی نہیں ہے.... اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

دوسرا جواب اور حدیث عطاء بن ابی رباحؓ

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور جو صحابی حضرت عطاء بن ابی رباح نے مبہم ذکر کی ہے وہ حضرت عمرو بن قیسؓ ہے اور سفیان بن عیینہؒ نے تصریح کی ہے کہ حضرت عطاء بن ابی رباح نے حضرت قیس بن عمرو سے یہ حدیث نہیں سنی بلکہ یہ عطاءؓ نے سعد بن سعیدؒ سے سنی ہے اور یہ مرسل روایت ہے۔

امام محمد بن علی النیمویؒ لکھتے ہیں

قلت ان الصحابی الذی ابہمہ عطاء الظاہر انہ ہو قیس بن عمرو فان کان کذلک فلا شک فی ارسالہ فان سفیان بن عیینہ قد نص ان عطاء لم یسمع هذا الحدیث من قیس وانما یرویہ عن سعد مرسلًا قال الترمذی قال سفیان بن عیینہ سمع عطاء بن ابی رباح من سعد بن سعید هذا الحدیث وانما یروی هذا الحدیث مرسلًا . وقال ابو داؤد وحدثنا حامد بن یحیی البلخی قال قال : سفیان کان عطاء بن ابی رباح یحدث بهذا الحدیث عن سعد بن سعید .

وقال البیهقی فی المعرفة قال سفیان وکان عطاء ابن ابی رباح یروی عن سعد بن سعید قلت الحاصل ان مارواہ عطاء من حدیث قیس بن عمرو المحفوظ

عند ارساله۔ (تعلیقات آثار السنن، ص ۲۳۴)

الحاصل: امام بن مویٰ امام ابو داؤد اور بیہقی سارے لکھتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ یوں لکھتے ہیں

حدثنا حامد بن يحيى البلخي قال قال سفيان كان عطاء بن ابي رباح يحدث
بهذا الحديث عن سعد بن سعيد . قال ابو داؤد روى عبدربه ويحيى ابنا سعيد

هذا الحديث مرسلا . (ابو داؤد، ص ۱۸۷)

حماد بن یحیی بلخی نے ہمیں بیان کیا ہے کہ سفيان نے کہا ہے کہ عطاء بن ابی رباح یہ
حدیث سعد بن سعید سے بیان کرتے۔ امام ابو داؤد نے کہا ہے کہ حضرت سعید کے دو بیٹے
عبدربہ اور یحییٰ یہ حدیث مرسل روایت کرتے ہیں۔

یعنی یحییٰ بن سعید کی طریق سے بھی یہ روایت مرسل ہے۔

اعتراض اور اس کا جواب از مولانا ظفر احمد عثمانی

اعتراض یہ ہے کہ حدیث مرسل تو احناف کثر اللہ سوداھم کے نزدیک حجت ہے تو پھر تو ہمارا مدعی
سنت قبل طلوع بالکل تمہیں ماننا پڑے گا تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ تمہارے نزدیک تو مرسل
سے استدلال کرنا درست نہیں اس لئے تمہیں زیبا نہیں کہ استدلال مرسل سے کرتے ہو اور دوسرا

جواب عثمانی صاحب یوں دیتے ہیں اعتراض و جواب دونوں لیجئے فان قيل: غاية حديث

فيس هذا انه مرسل والمرسل عند الحنفية حجة لاسيما اذا روى من وجوه

مرسلا فهو حجة عند الكل . قلنا نعم ولكنه لا يصلح معارضا للحديث

الصحيح المشهور والمتواتر ولا مخصصا له بل لابد من ارجاعه الى المتواتر

وحمله على معنى يوافقه ولا يؤول المتواتر والمشهور لاجله لان الضعيف

یرجع الی القوی و یحمل علیہ لا بالعکس کمالا یحیی (اعلاء السنن

، ص ۱۳۱، ج ۷)

اگر کہا جائے کہ انتہائی یہ کہ یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل تو احناف کے نزدیک حجت ہے خصوصاً جبکہ مرسل کئی وجوہ سے روایت کی جائے وہ تو سب کے نزدیک حجت ہوتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہاں لیکن یہ مرسل حدیث مشہور اور متواتر کا معارض بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور نہ ان کیلئے تخصّص بن سکتی ہے بلکہ لامحالہ اس کی رجوع متواتر کو ہوگی اور ایسے معنی پر حمل کی جائے گا جو متواتر کے موافق ہو۔ اور اس کے وجہ سے متواتر اور مشہور میں تاویل نہیں کی جائے گی اس لئے کہ ضعیف قوی کی طرف رجوع کرتی ہے اور قوی پر حمل کی جاتی ہے۔

امام نیوی رحمہ اللہ اور دیگر حدیثیں

امام نیویؒ نے باب قضاء رکعتی الفجر قبل اطلوع الشمس میں یہ دونوں حدیثیں نقل کی ہیں اور پھر آثار السنن میں اس کے ضعف کو اشارہ کیا ہے کہ اسنادہ ضعیف۔ و فیما قالہ نظر، ص ۲۳۰، ۲۳۳ اور پھر التعلیق الحسن اور تعلیق التعلیق میں کچھ بسط سے کام لیا ہے اور پھر یوں لکھتے ہیں۔

قلت وفي الباب روايات اخرى كلها ضعيفة لا تصلح للاعتضاد لشدة ضعفها (آثار السنن، ص ۲۳۲) میں کہتا ہوں اور اس باب میں دیگر روایات ہیں جو ساری ضعیف ہیں جو اپنی انتہائی ضعف کی وجہ سے تقویت کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

پھر ان میں سے تین روایات ایک علامہ ابن عبد البر کی کتاب تمحید سے اور دو روایتیں طبرانی کبیر سے روایت کر کے ان پر کلام کیا ہے جو قابل دید ہے فجزاؤ اللہ احسن الجزاؤ۔ آمین وصی اللہ علی التبی المکریم۔

قبل طلوع خورشید سنت پڑھنے سے منع کی احادیث

اب وہی احادیث ذکر کی جاتی ہیں جو محدثین کے نزدیک متواتر ہیں جیسا کہ درس ترمذی اور اعلاء السنن کے حوالے اور عبارت گزر چکی ہیں۔

۵۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ نہی عن الصلوۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس و عن الصلوۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس (بخاری ص ۸۲، ۸۳ ج ۱، مسلم ص ۲۷۵ ج ۱، نسائی ص ۹۶ ج ۱، السنن الکبریٰ ص ۶۳۳، ۶۳۴ ج ۲، آثار السنن ص ۲۳۴)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک اور فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۶۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ

و عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال سمعت غیر واحد من اصحاب رسول اللہ ﷺ منہم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ و کان احبہم الی ان رسول اللہ ﷺ نہی عن الصلوۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس و بعد العصر حتی تغرب الشمس (بخاری ص ۸۲ ج ۱، مسلم ص ۲۷۵ ج ۱، ابوداؤد ص ۱۸۸ ج ۱، ترمذی ص ۴۵ ج ۱، نسائی ص ۹۶ ج ۱، مسند احمد ص ۵۰ ج ۱، سنن الدارمی ص ۴۰۲، ۴۰۳، السنن الکبریٰ ص ۶۳۳ ج ۲، آثار السنن ص ۲۳۴، مصنف ابن شیبہ ص ۲۴۵ ج ۲)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے سنا ہے جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی ہیں

اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فجر کے بعد طلوع سورج تک اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۷۔ حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

و عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا صلوة بعد صلوة العصر حتی تغرب الشمس و لا صلوة بعد صلوة الفجر حتی تطلع الشمس (بخاری ص ۸۲، ۸۳ ج ۱، مسلم ص ۲۷۵ ج ۱، مسند احمد ص ۱۳۴ ج ۳، السنن الکبریٰ ص ۶۳۴ ج ۲، آثار السنن ص ۲۳۴، کنز العمال ص ۱۷۰ ج ۷)۔

۵۸۔ حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

..... قال سمعت ابا سعید الخدری یحدث باربع عن النبی ﷺ و لا صلوة بعد صلوٰتین بعد الصبح حتی تطلع الشمس و بعد العصر حتی تغرب الشمس (بخاری ص ۱۵۹ ج ۱)۔

..... اس نے کہا کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ آپ رسول اللہ ﷺ سے چار باتیں بیان کرتے تھے اور دو نمازوں کے بعد نماز پڑھنا نہیں ہے۔ صبح نماز کے بعد یہاں تک کہ طلوع آفتاب ہو جائے اور نماز عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

۵۹۔ حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

عن ابی سعید قال نہی رسول اللہ ﷺ و عن الصلوة بعد الصبح و العصر (بخاری ص ۲۶۷ ج ۱)۔

(بوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے..... اور صبح
(دور عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے۔) (ابوداؤد کی روایت میں) (لفاظ یوں ہیں و عن
الصلوة فی ساعتین بعد الصبح و بعد العصر ((بو) وود ص ۳۳۵ ج ۱) اور کچھ سی
طرح السنن الکبریٰ ص ۶۳۲ ج ۲ میں بھی ہیں۔

۶۰۔ حدیث عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ

عن عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ قال قلت یا نبی اللہ اخبرنی عن الصلوة قال
صل صلوۃ الصبح ثم اقصر عن الصلوة حتی تطلع الشمس و ترفع..... حتی
تصلی صلوۃ العصر ثم اقصر عن الصلوة ((بو) وود ص ۱۸۸ ج ۱، آثار السنن ص ۲۳۵،
(مصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۲۷ ج ۲، کنز العمال ص ۱۷۱ ج ۷، مسلم ص ۲۷۶ ج ۱)۔ حضرت
عمرؓ بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے عرض کیا کہ ﷺ نے مجھے نماز کے
بارے میں بتلائیں۔ آپ نے فرمایا صبح کی نماز پڑھو پھر نماز سے رک جاؤ یہاں تک کہ سورج
طلوع ہو جائے (ور بلند ہو جائے..... یہاں تک کہ تم نماز عصر پڑھ لو پھر نماز سے رک جاؤ
یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

۶۱۔ حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ

عن علی قال کان رسول اللہ ﷺ یصلی فی اثر کل صلوۃ مکتوبة رکعتین
الا الفجر و العصر (ابوداؤد ص ۱۸۸، آثار السنن ص ۲۱۸، مصنف لابن
ابی شیبہ ص ۲۴۶ ج ۲)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ (فجر) دور عصر کے علاوہ
ہر نماز کے بعد دو رکعت (ما کرتے تھے۔

۶۲۔ حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

عن عبد الله بن عمرو ان رسول الله ﷺ استند الى بيت فوعظ الناس و ذكرهم قال لا يصلى احد بعد العصر حتى الليل و لا بعد الصبح حتى تطلع الشمس مسند احمد ص ۱۸۲، ۲۰۷ ج ۲)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت کو تکیہ لگائے ہوئے تھے پس لوگوں کو وعظ کرنے لگا (نہیں پند دینے لگے فرمایا تم میں سے کوئی نماز عصر کے بعد (تک نماز نہ پڑھے) ورنہ نماز صبح کے بعد نماز پڑھے یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو جائے۔

۶۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من لم یصلی رکعتی الفجر فلیصلہما بعد ما تطلع الشمس رواہ الترمذی و اسنادہ صحیح آثار السنن ص ۲۳۵، الترمذی ص ۹۶ ج ۱، کنز العمال ص ۱۵۲ ج ۷، القرطبی ص ۳۰۴ ج ۲، السنن الکبری ص ۶۸۱ ج ۲)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جس نے فجر کی دو رکعتیں سنت نہ پڑھیں تو اس کو چاہیئے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھ لے۔

۶۴۔ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

من نسی رکعتی الفجر فلیصلہما اذا طلعت الشمس (کنز العمال ص ۱۵۲ ج ۷، المستدرک ص ۴۵۰، ۴۵۱ ج ۱، و قال هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین و لم یخرجاه و قال الذہبی فی التلخیص علی شرطہما)۔

جس سے صبح کی دو رکعتیں بھول گئیں پس سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھ لے۔

۶۵۔ حدیث ابو بکر رحمہ اللہ

(ابو بکر رحمہ اللہ کی حدیث پہلے ۴۳ نمبر میں گزر چکی ہے۔)

۶۶۔ حدیث یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ

عن یحییٰ بن سعید قال سمعت القاسم یقول اذا لم اُصلّهما حتی اُصلی
الفجر صلیتھما بعد طلوع الشمس (رواہ ابن ابی شیبہ و اسناد صحیح آثار
السنن ص ۲۳۵، ابن ابی شیبہ ص ۱۵۶ ج ۲)۔

حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے قاسم کو یہ کہتے ہوئے
سنا ہے کہ جب میں یہ دونوں (صبح کی سنتوں) کو نہ پڑھوں یہاں تک کہ نماز فجر پڑھ لوں تو
(نہیں سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھ لیتا ہوں۔ یہ حدیث ابن ابی شیبہ نے نقل کی ہے اور اس
کی سند صحیح ہے۔)

۶۷۔ حدیث نافع رحمہ اللہ

عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ صلی رکعتی الفجر بعد ما اُضحی
(رواہ ابو بکر ابن ابی شیبہ و اسناد حسن (آثار السنن ص ۲۳۵، مصنف
ابن ابی شیبہ ص ۱۵۶ ج ۲)۔

حضرت نافع سے روایت ہے۔ آپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے
ہیں کہ وہ فجر کی سنتیں (یعنی جب قضا ہو جائیں) چاشت کی نفل پڑھنے کے بعد پڑھتے
تھے۔

۶۸۔ حدیث ابن سیرین رحمہ اللہ

عن ابن سیرین عن ابن عمر انه صلاهما بعد ما اضحی (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۵۷ ج ۲)۔

۶۹۔ حدیث عمرہ رحمہا اللہ

عن عمرہ عن عائشة قالت نهی رسول اللہ ﷺ عن صلاتین عن صلاة بعد طلوع الفجر حتى تطلع الشمس و ترفع (مصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۳۵ ج ۲)۔

۷۰۔ حدیث ابو العالیہ رحمہ اللہ

عن ابی العالیہ قال لا تصح الصلاة بعد العصر حتى تغیب الشمس و بعد الصبح حتى تطلع الشمس قال و کان ابن عمر یضرب علی ذلک (مصنف (بن ابی شیبہ ص ۲۳۵ ج ۱)۔

حضرت (ابو العالیہ رحمہ اللہ) سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ نماز عصر کے بعد نماز پڑھنا درست نہیں ہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے (اور نماز صبح کے بعد نماز پڑھنا صحیح نہیں یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے حضرت ابو العالیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر اس پر لوگوں کو مارتے تھے۔

۷۱۔ حدیث معاذ القرشی رحمہ اللہ

..... عن جدہ معاذ القرشی انه طاف بالبيت مع معاذ بن عفراء بعد العصر و بعد الصبح فلم یصل فسأله فقال قال رسول اللہ ﷺ لا صلوة بعد الصلاتین بعد الغداة حتى تطلع الشمس و بعد العصر حتى تغرب الشمس (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۳۲ ج ۲، نسائی ص ۹۰ ج ۱)۔

.... (پنے دادا معاذ قرشی سے روایت کرتا ہے کہ اس نے عصر اور صبح کی نماز کے بعد حضرت معاذ بن عفراء کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا تو صلاۃ طواف نہیں پڑھی تو میں نے ان سے پوچھا تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دو نمازوں کے بعد نماز پڑھنا نہیں نماز فجر کے بعد یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے اور نماز عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

۷۲۔ حدیث سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ

عن سمرۃ بن جندب ان رسول اللہ ﷺ قال لا تصلوا او قال نہی رسول اللہ ﷺ ان یصلی بعد صلوۃ الصبح حتی تطلع الشمس مصنف ابن ابی شیبہ (ص ۲۴۵ ج ۲)۔

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز نہ پڑھو یا آپ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ نماز فجر کے بعد نماز پڑھی جائے۔ یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے۔

۷۳۔ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال صلیت مع النبی ﷺ و مع ابی بکر و عمر و عثمان فلا صلوۃ بعد الغداۃ حتی تطلع الشمس (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۴۶ ج ۲)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہا ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور حضرت (ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی ہے پس نماز صبح کے بعد نماز پڑھنا نہیں تھا۔

۷۴۔ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نہی عن الصلوة بعد الصبح حتى تطلع الشمس و بعد العصر حتى تغرب
(قن عن عمر) (کنز العمال ص ۱۷۱ ج ۷)۔

آپ نے نماز صبح کے بعد سورج طلوع ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اسی طرح نماز
عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

۷۵۔ حدیث حضرت سعد

صلا تان لا یصلی بعد ہما الصبح حتى تطلع الشمس و العصر حتى تغرب
الشمس (حم حب عن سعد) کنز العمال ص ۱۷۰ ج ۷)۔

دو نمازیں ہیں کہ ان کے بعد نماز نہیں پڑھی جائے گی ایک صبح کی یہاں تک کہ سورج طلوع ہو
جائے اور دوسری عصر کی یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

۷۶۔ حدیث مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

عن مغیرة رضى الله عنه يقول عدل رسول الله ﷺ حتى نجد الناس في
الصلوة قد قدموا عبد الرحمن بن عوف فصلی بهم حين كان وقت الصلوة
و وجدنا عبد الرحمن و قد ركع بهم ركعة من صلوة الفجر فقام رسول الله
ﷺ فصف مع المسلمين فصلی وراء عبد الرحمن بن عوف الركعة الثانية ثم
سلم عبد الرحمن فقام النبي ﷺ في صلوته ففرغ المسلمون فاكثروا
التسبيح لانهم سبقوا النبي ﷺ بالصلوة فلما سلم رسول الله ﷺ قال لهم
قد أصبتم او قد أحسنتم (ابوداؤد ص ۲۲ ج ۱)۔

۷۷. حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ فرماتے ہیں

...المغیرة بن شعبه رضی اللہ عنہ قال فاتینا الناس و عبد الرحمن بن عوف یصلی بہم الصبح فلما رای النبی ﷺ اراد ان یتاخر فاومى الیہ ان یمضی قال فصلیت انا و النبی ﷺ خلفہ رکعة فلما سلم قام النبی ﷺ فصلی الركعة التي سبق بها و لم یزد علیہا شیئا (ابوداؤد ص ۲۳ ج ۱)۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (ستے سے ہٹ کر..... یہاں تک کہ ہم نے لوگوں کو نماز میں پایا۔ انہوں نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آگے کیا تھا پس وہ ان کو نماز پڑھاتا تھا جبکہ نماز کا وقت تھا اور ہم نے عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کو اس حال میں پایا کہ لوگوں نے ان کے ساتھ نماز فجر کی ایک رکعت پڑھی تھی۔ پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر مسلمانوں کے ساتھ صف میں داخل ہو گئے۔ پس حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے دوسری رکعت پڑھی پھر حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا پس رسول اللہ ﷺ نماز میں کھڑے ہو گئے تو مسلمان ڈر گئے۔ پس بہت تسبیح کہنے لگے۔ (اس لئے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز پڑھنے میں سبقت کی تھی سو جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا تو ان کو فرمایا کہ تم حق کو پہنچ گئے ہو یا یہ فرمایا کہ تم نے نیکی کی ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے..... سو ہم لوگوں کو آئے اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ان کو نماز فجر پڑھاتے تھے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ جائے پس آپ ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اور نبی کریم ﷺ نے ان کے پیچھے ایک رکعت پڑھی۔ پس جب انہوں نے سلام پھیرا نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو گئے۔ پس وہی

رکعت پڑھی جس پر سبقت کی گئی تھی اور اس پر کوئی چیز زیادہ نہیں کیا۔ اس حدیث میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے تمام چیزوں کا ذکر کیا ہے جیسا کہ آپ کا ساتھیوں سے علیحدہ ہونا۔ قضاء حاجت کے لئے جانا اور اپنی رفاقت، اور استنجاء کے بعد آپ ﷺ کو وضوء کرانے کے لئے پانی ڈالنا۔ جبہ کی آستینوں کی تنگی۔ ہاتھوں کا جبہ کے اندر کی جانب سے نکال کر دھونا کہنیوں تک ہاتھ دھونا موزوں پر مسح کرنا۔ نماز کے لئے دوسرے کا آگے ہونا ایک رکعت کا فوت ہونا دوسری کو پانا... الخ لیکن یہ نہیں فرمایا کہ آپ ﷺ نے جب فرض سے سلام پھیر لیا تو کھڑے ہو کر سنت فجر پڑھیں اگر آپ نے سلام کے بعد سنت پڑھی ہو تیں تو آپ ضرور اس کا ذکر کرتے اس لئے کہ آپ نے تو چھوٹی چھوٹی چیزوں کا ذکر کیا ہے جیسا کہ حدیث میں تمام مذکور ہیں۔

﴿عمل النبی ﷺ﴾

مولانا ظفر احمد عثمانی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یوں حدیث روایت کرتے ہیں۔

۷۸۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال کان النبی ﷺ اذا فاتتہ رکعتا

الفجر صلاهما اذا طلعت الشمس . اخرجه الطحاوی فی مشکل الآثار)

(له وقال : اسنادہ احسن من اسناد حدیث قیس بن فہد کذا فی المختصر من

المختصر من مشکل الآثار ص ۴۲ و الطحاوی حافظ حجة امام فی الجرح

و التعديل عده السيوطی فی حسن المحاضرة له فی حفاظ الحديث و نقاده

(۱ : ۱۳۷) فتحسينه اسناد هذا الحديث حجة (اعلاء السنن ص ۱۳۳ ،

۱۳۴ ج ۷) .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سے دو رکعتیں

سنت فجر کی فوت ہو جاتے تو جب سورج طلوع ہو جاتا۔ تو ان کو پڑھ لیتے۔ امام طحاویؒ نے اس حدیث کو اپنی کتاب مشکل الآثار میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کا اسناد قیس بن فہد کی حدیث کے اسناد سے احسن ہے۔ اسی طرح المختصر من المختصر من مشکل الآثار ص ۴۲ میں ہے (ورطحاویؒ حافظ حدیث ہے حجت ہے۔ جرح اور تعدیل میں (مام ہے۔ امام سیوطیؒ نے (پنی کتاب حسن المحاضرہ ص ۱۴۷ ج ۱ میں آپ کو حفاظ حدیث اور ناقدین میں شمار کیا ہے تو آپ کا اس حدیث کی تحسین حجت ہے۔ اسی طرح یہ حدیث تحفۃ الاخیار ص ۲۶۵ ج ۲ میں بھی نقل ہے حدیث نمبر ۸۹۹ ہے اور کتاب کتاب الصلوۃ ہے۔

۷۹۔ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ نام عن رکعتی الفجر فقطاضاھما بعد ما طلعت الشمس (ابن ماجہ ص ۸۰، تحفۃ الاشراف ص ۸۲ ج ۱۰، دار احیاء التراث العربی)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز فجر کی دو رکعت سنت سے سو گئے تھے تو سورج طلوع ہونے کے بعد ان دونوں کو قضا پڑھ لی۔

یاد رکھیے کہ یہ حدیث لیلۃ التعلیس کی حدیث کا ایک حصہ ہے جو درج ذیل کتب حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (مسلم ص ۲۳۸ ج ۱، مسند احمد ص ۴۲۹ ج ۲)۔ حاصل یہ کہ اگر سنت فجر کی رہ گئیں تو قبل طلوع الشمس پڑھنا ان احادیث کی روشنی میں درست ہے۔ تاوتر ہیں اور بعد طلوع آفتاب پڑھنا چاہیے جیسا کہ ان گذشتہ احادیث سے ظاہر ہے۔

لہذا صاحب پوسٹر کی یہ بات صحیح نہیں ”کہ جب باجماعت نماز کے لئے اقامت ہو جائے تو

کوئی نماز صحیح نہیں خواہ وہ فرض ہو سنت ہو نفل ہو یا صبح کی سنت ہو (ورجو پڑھے گا باطل ہیں“
(والحمد للہ اس پر کئی نوشتہ احادیث دلیل ہیں اور تشکیک مشکل کچھ بھی مفید نہیں۔

اپنے احناف بھائیوں کے لئے

یہاں تک تو پوسٹر کا تحقیقی جواب الحمد للہ کیا گیا ہے اور اب اپنے احناف بھائیوں کیلئے علماء دیوبند کے کچھ حوالے عبارات ان کے فتادوں سے پیش کرتا ہوں جن سے ان سادھے بندوں کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہم لوگ الحمد للہ خود بھی دیوبندی ہیں اور دیوبندی اعلام رحمہم اللہ کے سچے پیروکار بھی ہیں اور ہمارے (کا بر بھی دیوبندی تھے ورنہ تسکین قلب کیلئے دیکھئے۔ اکابر علماء دیوبند تالیف حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری۔ ادارہ اسلامیات لاہور کراچی کی درجہ ذیل صفحات، ص ۱۲۵... ۱۲۷، ۱۲۹، ۳۷۵، ۳۹۰، ۴۶۷، ۵۲۶ جن میں حضرت شیخ القرآن مولانا محمد طاہر، حضرت مولانا عبید اللہ سندھی، حضرت مولانا حسین علی واں پکھراں حضرت مولانا قاضی نور محمد اعوان، حضرت شیخ الحدیث قاضی شمس الدین اور حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری رحمہم (للہ رحمۃ واسعہ کی بلند و بالا مرتبت نصف النہار کی طرح معلوم ہو جائے گا اور حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے حالات معلوم کرنے کیلئے بیس مردان حق، ص ۵۴۱... ۶۰۴، ج ۲ تصنیف عبدالرشید ارشد دیکھئے الحمد للہ سو فیصد تسلی پائیں گے۔ اور دوم یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے گرد و نواح میں جو دیوبند نمازیلوں ہیں جنہوں نے دیوبندیت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ یہ صرف ہمارے مقابلے کیلئے اور وہ بھی جھوٹ اور بہتان تراشی اور قطع و برید کے ذریعے چست و چابک ہیں احناف کثر اللہ سواد ہم پر قلم برداروں سے کتوبر کی طرح آنکھیں بند کر دیتے ہیں۔
(اور ہیں پکے احناف

۔ بنتے ہیں وفادار وفا کر کے دکھاؤ کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور تو لیجئے

مفتی اعظم عزیز الرحمن صاحبؒ لکھتے ہیں

۱۔ آپ سے سنت فجر کے بارے میں سوال کیا گیا ہے جسکا صرف عنوان اور پھر جواب نقل کرتا ہوں۔

سوال: فجر کی جماعت کے وقت سنت کہاں پڑھی جائے..... الجواب آواز آنے نہ آنے کی قید نہیں ہے صرف مکان علیحدہ ہونا چاہیے۔ (فتاویٰ دیوبند مدلل و مکمل، ص ۲۰۰، ج ۴)
۲۔ (وہ ایک سوال کے جواب میں یوں لکھتے ہیں۔

(الجواب: آثار صحابہؓ سے ایسا ثابت ہے کہ فرض صبح کی قراءۃ کی آواز آتی تھی اور وہ ایک طرف ہو کر صبح کی سنتیں پڑھتے تھے۔ اس لئے امام صاحب نے ایسا حکم دیا کہ علیحدہ ہو کر صبح کی سنتیں پڑھ لے پھر شریک جماعت ہو جاوے تاکہ دونوں کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ (فتاویٰ دیوبند مدلل، ص ۲۰۱، ج ۴)

۳۔ (وہی طرح ایک سوال کا جواب یوں دیتا ہے۔

(الجواب: اگر صبح کی جماعت ہو رہی ہے تو اگر ایک رکعت کے ملنے کی امید ہے تو سنتیں صبح کی علیحدہ ہو کر پڑھ لے پھر جماعت میں شریک ہو جاوے اور اگر پہلے نہ پڑھے تو پھر بعد فرضوں کے قبل طلوع آفتاب نہ پڑھے اگر پڑھے تو بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے۔ (فتاویٰ دیوبند مدلل، ص ۲۰۲، ج ۴)

۴۔ (وہ ایک مقام میں یوں جواب دیتے ہیں:

(الجواب: بعد فرض صبح کے قبل طلوع آفتاب سنتیں پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی ممانعت حدیث شریف میں آگئی ہے۔ بخاری و مسلم میں بروایت حضرت ابوسعید خدریؓ مروی ہے۔ قال

رسول اللہ ﷺ لا صلوة بعد الصبح حتى ترتفع الشمس ولا صلوة بعد العصر حتى تغيب الشمس. (س حدیث سے بعد الصبح اور بعد عصر نوافل و سنن کی ممانعت معلوم ہوئی.....) (فتاویٰ دیوبند مدلل و مکمل، ص ۲۰۴، ۲۰۵، ج ۴)

۵۔ (و) ایک سوال کا جواب یوں دیتے ہیں:-
یہ صحیح ہے کہ اگر فرض باجماعت کی ایک رکعت بلکہ عند المحققین تشہد بھی مل سکے تو علیحدہ ہو کر سنتیں (دا کر کے پھر شامل جماعت ہو جاوے کذا فی الدر المختار و الشامی اور جو لوگ ایسا کہتے ہیں کہ فجر کے فرضوں کی جماعت شروع ہونے کے بعد مطلقاً سنتیں صبح کی پڑھنی حرام ہیں وہ حنفی نہیں ہیں (و) ان کو مذہب حنفی کی خبر نہیں ہے۔ حنفیہ کا یہی مذہب ہے کہ سنتیں پڑھ کر شامل ہو مگر حتی الوسع جماعت سے علیحدہ ہو کر پڑھے و انہ فیصل فی کتب الفقہ۔ (فتاویٰ دیوبند، ص ۲۰۵، ۲۰۶، ج ۴)

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

آپ سے بھی اسی طرح کا سوال کیا گیا ہے جس کا صرف عنوان نقل کرتا ہوں اور پھر جواب حکم (دائے سنت فجر بعد اقامت فرض.....)

۶۔ (الجواب: ایسی حالت میں اگر مسجد کے دو درجے ہوں تو امام جس درجہ میں ہو تو یہ شخص دوسرے درجہ میں ادا کرے اور اگر ایسا موقع بھی نہ ہو تو کسی علیحدہ جگہ میں جس قدر دوری صف سے ممکن ہو وہاں پڑھ لے اور یہ طریقہ جو سوال میں مذکور ہے بالکل ناجائز ہے اور امام محمد علیہ (الرحمۃ پر تہمت ہے۔) (امداد الفتاویٰ، ص ۳۰۵، ۳۰۶، ج ۱)

۷۔ (یک سوال کا عنوان اور جواب اس کا یوں دیتے ہیں۔

حکم سنت فجر ہنگام جماعت..... الجواب: ہم حنفیہ کا مذہب یہی ہے کہ اگر فرض ملنے کی توقع ہو تو سنت نہ چھوڑے۔ (کذا فی الکتب المذہبیۃ، امداد الفتاویٰ، ص ۳۰۶، ج ۱)

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاچپوریؒ لکھتے ہیں

۸۔ آپ (یک سوال کے جواب میں یوں لکھتے ہیں: الجواب۔ فجر کی سنت فجر کی نماز کے بعد پڑھنا سخت مکروہ ہے مراقی الفلاح میں ہے..... اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ صبح کی نماز کے بعد نفل نماز مکروہ ہے اگرچہ فجر کی سنت ہو اور عصر کی نماز کے بعد بھی نفل مکروہ ہے اگرچہ آفتاب میں تغیر پیدا نہ ہوا ہو حدیث میں ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا عصر کی نماز کے بعد آفتاب غروب ہونے تک کوئی نماز نہیں ہے اور فجر کی نماز کے بعد آفتاب طلوع ہونے تک کوئی نماز نہیں بخاری و مسلم نے اس کو روایت کیا ہے۔ (مراقی الفلاح و طحاوی) طلوع آفتاب کے بعد سے زوال تک فجر کی سنت قضا کر لینا امام محمدؒ کے نزدیک پسندیدہ اور بہتر ہے اور اگر فجر کی سنت و فرض دونوں قضا ہو گئیں اور اسی روز زوال سے پہلے قضاء کرے تو فرض اور سنت دونوں کی قضا کرے زوال کے بعد قضا کرے تو اصح قول کے مطابق صرف فرض کی قضا کرے درمختار میں ہے..... (فتاویٰ رحیمیہ، ص ۸۷، ۸۸، ج ۴)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ لکھتے ہیں

سوال: جماعت فجر کی کھڑی ہو جائے تو سنت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر پڑھ سکتا ہے کسی صورت میں پڑھے؟ جینا تو اجر واد۔

۹۔ (الجواب: باسم ملھم الصواب: امام کے ساتھ تشہد ملنے کی امید ہو تو سنت پڑھ لے۔ جہاں تک ہو سکے مقام جماعت سے علیحدہ ہو کر پڑھے مسجد سے باہر کوئی جگہ نہ ہو تو کسی دیوار یا ستون کی آڑ میں پڑھے صف کے پیچھے بلا حائل پڑھنا مکروہ تحرینی ہے۔ البتہ سجدے دونوں ہوں تو دوسرے حصہ میں پڑھنے کی گنجائش ہے۔ (احسن الفتاویٰ، ص ۴۶۰)

۱۰۔ (و (یک سوال کے جواب میں یوں لکھتے ہیں

سنت فجر گھر میں اداء کر کے مسجد جانا چاہیے خصوصاً جبکہ قیام جماعت کا وقت ہو چکا ہو۔ اگر گھر میں سنت نہیں پڑھی تو مسجد سے باہر پڑھے۔ اگر باہر کوئی جگہ نہ ہو تو مسجد میں کسی ستون یا دیوار کی آڑ میں پڑھے۔ امام کی قراءت سنائی دینے میں کوئی حرج نہیں۔ صف کے پیچھے بلا حائل سنت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ، ص ۴۶۱، ج ۳)

۱۱۔ اور ایک سوال (سنت فجر کی قضاء) کے جواب میں یوں لکھتے ہیں

طلوع آفتاب سے قبل جائز نہیں عن ابن عباسؓ قال سمعت غیر واحد (۵۶) نمبر حدیث ہے.... صحیح بخاری میں بھی اس مضمون کی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے بخاری ص ۸۲، ج ۱۔ (احسن الفتاویٰ، ص ۴۷۶، ۴۷۷، ج ۳)

۱۲۔ پھر ایک سوال مثل بالا کے جواب میں یوں لکھتے ہیں

اگر طلوع آفتاب سے قبل جلدی سے غسل کر کے سنت و فرض دونوں ادا کر سکتا ہو تو دونوں پڑھے ورنہ صرف فرض پڑھ لے زیادہ تک وقت میں سنن و مستحبات کو چھوڑ دے۔ قضاء کی صورت میں اگر اسی روز دوپہر سے قبل قضا کی تو سنتیں بھی پڑھے، ورنہ صرف فرائض کی قضاء کرے اگر تنہا سنت چھوٹ گئیں تو فرض کے بعد طلوع سے قبل پڑھنا جائز نہیں طلوع کے بعد ذوال تک پڑھ لے تو بہتر ہے ضروری نہیں.... (احسن الفتاویٰ، ص ۴۷۷، ج ۳)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں

۱۳۔ آپ ایک طویل سوال کے جواب میں یوں لکھتے ہیں

صورت مذکورہ میں کہ مسجد میں بجز مکان واحد کے کچھ نہیں ہے اقامت للمکتوبہ کے بعد مسجد کے اندر سنتیں فجر کی پڑھنا مکروہ ہے بلکہ مسجد سے باہر دروازہ کے متصل پڑھنا چاہیے اور اگر مسجد بڑی ہو اور جماعت قائم ہونے کے بعد ایک جانب گوشے میں سنتیں پڑھتے ہوئے صفوف سے بعد

وغیره من مشائخ الحنفیة وقد ذہرتہ فی اعلاء السنن بالبسط من ذلک واللہ

اعلم۔ (امداد الاحکام، ص ۶۱۳، ج ۱)

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہؒ لکھتے ہیں

۱۴۔ آپ ایک سوال کے جواب یوں دیتے ہیں:

جواب: عن النبی ﷺ اذا قیمت الصلوۃ الا الا مکتوبۃ (ترجمہ) حضرت رسول اللہ

ﷺ سے مروی ہے کہ جب نماز کی تکبیر کہی جائے پھر کوئی نماز سوائے فرض کے نہیں پڑھنی چاہیے

۔ اس عموم سے سنت فجر کی ممانعت بھی ثابت ہوتی تھی، مگر چونکہ اس حدیث کو ابن عیینہ و حماد بن

زید و حماد بن سلمہ نے ابو ہریرہؓ سے موقوفاً روایت کیا ہے۔ اور سنت فجر آکد السنن ہے۔ اور صحابہ

سے سنت فجر کا بعد اقامت فرض پڑھ لینا بھی ثابت ہے۔ روى الطحاوی عن ابن مسعودؓ..... پس

ان وجوہ ثلاثہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت فجر عموم حدیث سے مستثنیٰ ہے۔ اس لئے فقہائے حنفیہ

اس کے پڑھ لینے کی اجازت بعد اقامت فرض دیتے ہیں۔ لیکن اسی مقام پر بغیر کسی حائل کے

پڑھنا مکروہ ہے۔ اور مخالف صف ادا کرنا سخت مکروہ ہے اس لئے کہ ان صورتوں میں مخالفت

جماعت لازم آتی ہے۔ اور صحابہ کرام جن سے سنتوں کا پڑھنا ثابت ہے وہ اسی صورت سے

ثابت ہے کہ یا تو خارج مسجد یا اسطوانہ یا ساریہ کے پیچھے پس انہی صورتوں سے جائز ہوگا....

خاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ جب نماز فرض شروع ہو جائے تو سنت یہ ہے کہ فجر کو مکان میں

پڑھے اور افضل یہی ہے یا دروازہ مسجد پر پڑھے یعنی مسجد سے باہر۔ کما صرح بہ

القہستانی و سیاتی ذکرہ۔ اگر وہاں پر کوئی جگہ نماز کے لائق ہو۔ اور اگر دروازہ مسجد پر ممکن

نہ ہو تو باہر والے درجہ میں پڑھے۔ اگر جماعت فرض اندر ہو یا اندر پڑھے اگر جماعت باہر ہو

اور اگر مسجد کا ایک ہی درجہ ہو تو ستون کے پیچھے یا اور کسی آڑ والی چیز کے پیچھے پڑھے اور صف کے پیچھے بغیر حائل کے پڑھنا مکروہ ہے اور صف کے برابر مخالط صف ہو کر پڑھنا جیسا کہ اکثر جاہل کرتے ہیں سخت مکروہ ہے اس عبارت سے خوب معلوم ہو گیا کہ افضل مکان میں پڑھنا ہے۔ پھر مسجد کے باہر مسجد کے دروازہ پر اگر جگہ ہو۔ پھر باہر والے درجہ میں اگر جماعت اندر ہو یا اندر والے درجہ میں اگر جماعت باہر ہو۔ پھر کسی ستون یا آڑ کے پیچھے پڑھنا چاہیے۔ رہا یہ کہ اگر درجہ بھی ایک ہو اور کوئی آڑ بھی نہ ہو تو کیا کرے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ سنت کو چھوڑے دے فرض میں شریک ہو جائے فی الدر المختار..... پس ان عبارتوں سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ اگر مسجد کے دروازہ پر جگہ نہ ہو اور مسجد میں کوئی موقع آڑ کا نہ ہو تو ایسی صورتوں میں سنتوں کو چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ آڑ نہ ہونے کی صورت میں یا تو مخالط صف ہو کر پڑھے گا اور یہ سخت مکروہ ہے یا صف کے پیچھے بغیر حائل کے پڑھے گا اور یہ بھی مکروہ ہے۔ اور کراہت کے ساتھ ادا کرنے سے چھوڑ دینا اچھا ہے لان ترک المکروہ مقدم علی فعل السنة واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ العبد الضعیف الراجی رحمۃ مولاه محمد کفایت اللہ اوصلہ اللہ غایۃ ما یتمنہ حرر لاربع خلون من شوال المکرم ۱۳۱۹ھ۔

جواب صحیح بہت درست ہے۔ سنت فجر موکدہ ہے حتی الامکان مطابق سنت ادا کرے۔ فی النہایۃ..... کتبہ و صدقہ محمد اعظم غفر لہ اللہ ما اجرہ ۴ شوال المعظم ۱۳۱۹ھ فی بلدہ شاہجہان پور۔ الجواب صواب عبید الحق عفی عنہ۔

الجواب صحیح محمد ریاست علی خان (کفایت المفتی ص ۲۵۹... ۲۶۲ ج ۳)

اور ایک سوال کے جواب میں یوں لکھتے ہیں:

۱۵۔ جواب۔ فجر کی سنتیں جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد علیحدہ مقام میں جا کر پڑھی

جائیں اور علیحدہ کوئی جگہ نہ ہو تو جماعت میں شریک ہونا چاہیے۔ اور جماعت کے بعد آفتاب نکلنے سے پہلے نہیں پڑھنا چاہیے۔ آفتاب نکلنے کے بعد پڑھ لی جائیں تو بہتر ہے۔
(کفایت المفتی ص ۲۶۲ ج ۳)۔

اور ایک مقام میں جواب یوں دیتے ہیں:

۱۶۔ فجر کی جماعت شروع ہو جانے کے بعد کسی علیحدہ جگہ میں سنتیں ادا کرنے کا اتنا موقع مل جائے کہ سنت ادا کر کے فرض کی ایک رکعت مل سکے گی تو سنتیں ادا کر کے جماعت میں شریک ہو اور اگر کوئی علیحدہ جگہ میسر نہ ہو یا ایک رکعت فرض ملنے کی امید نہ ہو تو جماعت میں شریک ہو جائے اور جماعت کے بعد سورج نکلنے سے پہلے سنتیں نہ پڑھے۔ سورج نکلنے کے بعد چاہے تو پڑھ لے (کفایت المفتی ص ۲۶۲ ج ۳)۔

۱۷۔ اور ایک سوال کا جواب یوں دیتے ہیں۔

جواب: فرض فجر ادا کرنے کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے سنتیں پڑھنا ممنوع ہے۔ طلوع آفتاب کے بعد پڑھی جائیں (کفایت المفتی ص ۲۶۲ ج ۳)

۱۸۔ اور ایک جواب یوں لکھتے ہیں:

جواب۔ فجر کی سنتیں فرض نماز شروع ہو جانے کے بعد ان شرائط کے ساتھ ادا کی جاسکتی ہیں۔

۱۔ سنتیں ادا کرنے کے بعد جماعت میں شریک ہو کر ایک رکعت ملنے کی قوی امید ہو۔

۲۔ مسجد میں جماعت کے مقام پر سنتیں نہ پڑھی جائیں۔

۳۔ مسجد سے خارج کسی دالان میں یا حجرہ میں یا دروازے کے باہر کسی جگہ میں ادا کی جائیں۔

۴۔ مسجد میں ادا کی جائیں تو جماعت سے آڑ کی جگہ ہو۔ اگر ان شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی

پوری نہ ہو تو پھر سنتیں چھوڑ کر فرضوں میں شریک ہو جانا چاہئے (کفایت المفتی ص ۲۶۳ ج ۳)

۱۹۔ اور ایک جواب ایسا دیتے ہیں۔

جواب: صبح کی سنتیں اگر فرض سے پہلے نہ پڑھی جائیں تو پھر آفتاب نکلنے کے بعد پڑھی جائیں۔ فرض کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے پڑھنا حنفیہ کے نزدیک اسی حدیث کی وجہ سے جو آپ نے نقل کی ہے، منع ہے (کفایت المفتی ص ۲۶۳ ج ۳)

۲۰۔ اور ایک سوال کا جواب یوں دیتے ہیں:

جواب۔ فجر کی سنتیں فرض نماز شروع ہو جانے کے بعد ان شرائط کے ساتھ ادا کی جاسکتی ہیں:

۱۔ سنتیں ادا کرنے کے بعد جماعت میں شریک ہو کر ایک رکعت ملنے کی قوی امید ہو۔

۲۔ مسجد میں جماعت کے مقام پر سنتیں نہ پڑھی جائیں۔

۳۔ مسجد سے خارج کسی دالان یا حجرے میں یا دروازے کے باہر کسی جگہ ادا کی جائیں۔

۴۔ مسجد میں ادا کی جائیں تو جماعت سے آڑ کی جگہ ہو۔

اگر ان شرائط میں سے کوئی ایسی شرط بھی پوری نہ ہو تو پھر سنتیں چھوڑ کر فرضوں میں شریک ہو جانا چاہئے (کفایت المفتی ص ۲۶۳ ج ۳)

۲۱۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب لکھتے ہیں

اگر فجر کی سنتیں رہ جائیں تب طلوع آفتاب سے قبل تو ادا نہ کرے کیونکہ وقت مکروہ ہے اور سورج کے چڑھ جانے کے بعد زوال سے قبل امام محمد کے نزدیک ان کو پڑھنا چاہئے اور شیخین کے نزدیک ان کی قضاء کوئی نہیں۔۔۔۔۔ (فتاویٰ مفتی محمود ص ۲۷۳ ج ۲)۔

۲۲۔ اور ایک جگہ یوں لکھتے ہیں

اگر صبح کی جماعت ہو رہی ہے تو اگر ایک رکعت کے ملنے کی امید ہے تو سنتیں علیحدہ ہو کر پڑھ لے پھر جماعت میں شامل ہو جاوے۔ یعنی جب تک ایک رکعت ملنے کی امید ہو اس وقت

سنن کا ترک جائز نہیں۔ اگر پہلے نہ پڑھے تو پھر بعد فرضوں کے قبل طلوع آفتاب نہ پڑھے اس لئے کہ فرض پڑھنے کے بعد سنن فجر کا طلوع شمس سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر قضاء کرنی ہے تو طلوع شمس کے بعد کرنی چاہیے ورنہ ضرورت تو اسکی بھی نہیں ہے کیونکہ مستقلاً سنتوں کی قضا نہیں..... (فتاویٰ مفتی محمود ص ۲۷۷ ج ۲)۔

اور ایک سوال کا جواب یوں دیتے ہیں

۲۳۔ در مختار میں ہے و لا یقضیہا الا بطریق التبعیۃ یعنی فجر کی سنتوں کی قضا نہیں ہے مگر جب کہ فرضوں کے ساتھ ہو۔ اس صورت میں زوال سے پہلے پہلے قضا کرے۔ اگر تنہا سنت فوت ہوں تو اس کی قضا نہیں۔ نہ قبل طلوع شمس نہ بعد طلوع شمس۔ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ بعد طلوع شمس زوال سے پہلے پہلے پڑھنا بہتر ہے..... فتاویٰ مفتی محمود ص ۲۷۷ ج ۲)۔

اور ایک مقام میں یوں جواب لکھتے ہیں

۲۴۔ بہتر یہ ہے کہ سنت فجر خارج از مسجد ادا کی جائے یا اگر مسجد میں پڑھی جائے تو کسی حائل کے پیچھے پڑھنی چاہئیں۔ جماعت کے ساتھ صف میں کھڑے ہو کر سنت فجر پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر خارج از مسجد کوئی موقع نہ ہو تو جماعت اگر اندر کے حصہ میں ہو رہی ہو تو باہر پڑھیں۔ اور اگر باہر ہو رہی ہو تو اندر پڑھیں۔ مجبوری میں ایسا بھی درست ہے کہ پیچھے کی صفوف میں سنت پڑھیں۔ بہر حال چھوڑنا سنت کو نہ چاہیے۔ جب تک جماعت کا کوئی جزو مل سکے۔ باقی مسجد کا بقیہ حصہ اگر ابھی تک مسجد میں شامل نہیں کیا گیا یعنی یہ نہیں کہا کہ یہ حصہ مسجد ہے۔ تو اس کا سنتیں پڑھنے کیلئے مخصوص کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ مفتی محمود، ص ۲۷۶، ج ۲)

۲۵۔ اور ایک جگہ یوں جواب دیتے ہیں

سنت پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جائے۔ بلکہ اگر ایک رکعت ملنے کی امید ہے تب بھی سنت ترک کرنا درست نہیں۔ (فتاویٰ مفتی محمود، ص ۶۷۷، ج ۲)

حضرت مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں

۲۶۔ جواب: فجر کی سنتوں کی تاکید بہت زیادہ ہے۔ اس لئے اگر نماز فجر فوت ہو جائے تو سورج طلوع ہونے کے بعد زوال سے پہلے اس کو سنتوں سمیت پڑھنے کا حکم ہے۔ لیکن اگر زوال سے پہلے نماز فجر قضا نہیں کی تو بعد میں صرف فرض پڑھی جائیں۔ وقت نکل جانے کے بعد فجر کی سنتوں کے علاوہ باقی کسی سنت کی قضا نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ص ۳۴۰، ج ۲)

۲۷۔ پھر ایک اخباری سوال کے جواب یوں دیتے ہیں

جواب: اس مسئلہ میں سنتوں اور نفلوں کا ایک ہی حکم ہے۔ فرض کے بعد طلوع سے پہلے فجر کی سنتیں پڑھنا بھی درست نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ص ۳۴۰، ج ۲)

۲۸۔ ایک سوال کا جواب یوں دیتے ہیں

جواب: فقہ حنفی کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر جماعت کی دوسری رکعت بلکہ تشہد بھی مل جانے کی موقع ہو تو کسی الگ جگہ پر فجر کی سنتیں پہلے ادا کرے تب جماعت میں شریک ہو۔ ورنہ جماعت میں شریک ہو جائے اور سنتیں سورج نکلنے کے بعد اشراق کے وقت پڑھے۔ فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک نفل نماز ممنوع ہے البتہ قضا نمازیں سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ جائز ہے۔

اور ایک مقام میں یوں تحقیق کر کے جواب دیتے ہیں

۲۹۔ ہمارے ائمہ کے نزدیک بالاتفاق فجر کی قضا شدہ سنتوں کو فرض کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے پڑھنے کی اجازت نہیں۔ آپ نے نمبر ۵ پر ہدایہ اور شرح وقایہ کے حوالہ سے جو لکھا ہے کہ صبح کے فرض کے بعد سنت پڑھ سکتا ہے یہ صحیح نہیں۔ میں نے ہدایہ شرح وقایہ دونوں دیکھا

۔ دونوں میں ممانعت لکھی ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے: و اذا فاتته ركعتا الفجر لا يقضيهما قبل طلوع الشمس لانه يبقى نفلا مطلقا و هو مكروه بعد الصبح (ہدایہ ص ۱۳۲ ج ۱ باب ادراک الفریضہ)۔

- ۱۔ قولی حدیث طلوع شمس کے بعد پڑھنے کی ترمذی (ص ۵۷ ج ۱، باب ما جاء فی اعادتهما بعد طلوع الشمس) کی ہے۔ یہ روایت مستدرک حاکم (ص ۲۷۷ ج ۱) میں بھی ہے۔ امام حاکم اور علامہ ذہبی نے اس کو صحیح کہا ہے۔
- ۲۔ قولی حدیث۔ سنت فجر بعد نماز پڑھو۔ مجھے کسی کتاب میں نہیں ملی۔ البتہ ایک واقعہ ابوداؤد اور ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے فجر کی نماز کے بعد سنتیں پڑھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صبح کی چار رکعتیں ہیں؟ اُس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں۔ فرمایا! فلا اذن پھر نہیں۔ یہ روایت اول تو کمزور ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے نزدیک اس کا یہ مطلب ہے کہ تب بھی جائز نہیں۔

۳۔ یہ حدیث صحیح ہے کہ جب فرض نماز کی اقامت ہو جائے تو فرض کے سوا کوئی اور نماز نہیں۔ اسی لیے ہمارے ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ مسجد میں نہ پڑھی جائیں بلکہ خارج مسجد یا کسی اوٹ میں پڑھی جائیں جیسا کہ آپ نے نمبر ۴ میں درمختار سے نقل کیا ہے۔ عین صف میں پڑھنا مکروہ ہے۔

۵۔ جماعت کی نماز کھڑی ہو جائے تو فرض نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہونے کا حکم ہے کیونکہ تنہا نماز کی بجائے جماعت کے ساتھ پڑھے گا۔ لیکن سنت چھوڑ کر جماعت میں شریک ہوگا تو سنتیں تنہا ہو جائیں گی جبکہ ان کے پڑھنے کی تاکید ہے۔ بہر حال فجر کے بعد سنتیں پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ متواتر احادیث میں فجر اور عصر کے بعد نماز کی ممانعت آئی

ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۲۱، ۳۲۲ ج ۲)۔

۲۰۔ صدر مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت محمود حسن گنگوہیؒ لکھتے ہیں

ایک سوال کا جواب یوں دیتے ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلياً۔ اس مسئلے پر غور کرنے کیلئے متعدد مضامین کی احادیث کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ پھر معلوم ہوگا کہ حنفیہ کا مذہب کس قدر جامع اور کس قدر حدیث کے مطابق ہے

۱۔ حدیث شریف میں ہے کہ فجر سے پہلے کی دو رکعت مت چھوڑو اگرچہ تم کو گھوڑے روند ڈالیں اس لئے حنفیہ ان سنتوں کی زیادہ تاکید کرتے ہیں۔

۲۔ حدیث شریف میں ہے۔ جماعت سے نماز پڑھنے کی تاکید ہے اس لئے حنفیہ کہتے ہیں: اگر جماعت میں شرکت سے مانع ہوں تو جماعت میں شریک ہو جائے ان کی وجہ سے شرکت جماعت سے محروم نہ رہے۔

۳۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو فرض نماز کے نثار دوسری نماز نہیں اسلئے حنفیہ کہتے ہیں کہ ایسے وقت میں یہ سنتیں اس جگہ نہ پڑھے بلکہ حجرہ، مسجد یا کسی دوسری جگہ آڑ میں پڑھے۔

۴۔ حدیث شریف میں ہے کہ بعد نماز صبح کوئی نماز نہیں طلوع شمس سے پہلے اس لئے حنفیہ کہتے ہیں کہ بعد نماز صبح کوئی طلوع شمس سے پہلے ان کو نہ پڑھے۔

۵۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس کی صبح کی سنتیں چھوٹ گئی ہوں وہ طلوع شمس کے بعد پڑھے اس لئے حنفیہ کہتے ہیں کہ جس کی صبح کی سنتیں چھوٹ گئی ہوں وہ طلوع شمس کے بعد پڑھے۔ یہ حدیثیں آثار السنن، نصب الراية، شرح معانی الآثار، اوجز المسالك بذل المجود، معارف السنن میں موجود ہیں۔ ضرورت ہو تو ان سب کو حدیث پاک کے عربی الفاظ میں نقل کر

دیا جائے گا۔

اب غور کیا جائے جو لوگ ان سنتوں کو شرکت جماعت کی وجہ سے بالکل چھوڑ دیتے ہیں وہ حدیث نمبر ۱ کے خلاف کرتے ہیں۔ جو لوگ جماعت کے بعد طلوع شمس سے پہلے ان سنتوں کو پڑھتے ہیں وہ حدیث نمبر ۴، ۵ کے خلاف کرتے ہیں۔ حنفیہ کی تائید میں آثار صحابہ بہت کثرت سے منقول ہیں جس صحابی کو حضور اکرم ﷺ نے سنتیں بعد نماز فجر قبل طلوع الشمس پڑھتے دیکھا۔ ان کو صریح الفاظ میں اجازت نہیں دی ورنہ دوسرے صحابہ بھی اس اجازت پر عمل کر لیا کرتے پس ممانعت اپنے حال پر ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ان کو دیکھ کر اور جواب سن کر فرمایا فلا اذا جس کا مطلب شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ اگر یہ سنتیں پہلے نہیں پڑھی تھی تب بھی ان کے پڑھنے کا بہ وقت نہیں۔ پس اس سے استدلال کرنا اور صریح ممانعت والی حدیث کو چھوڑنا اصولاً صحیح نہیں۔ نیز امام ترمذی نے اس حدیث کو لکھ کر فرمایا ہے۔ اسناد هذا الحديث ليس بم متصل یعنی اس حدیث کی سند متصل نہیں فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له ۱۱/۱۰/۹۲ ہ دارالعلوم دیوبند۔

وهذا آخر ما حررته ولله الحمد على كل حال سوا الكفر والضلال ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم و تب علينا انك انت التواب الرحيم. ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا ربنا و لا تحمل علينا اصرأ كما حملته على الذين من قبلنا ربنا و لا تحملنا ما لا طاقة لنا به و اعف عنا و اغفر لنا و ارحمنا انت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين.

اللهم اقسم لنا من خشيتك ما تحول به بيننا وبين معاصيك و من طاعتك ما تبلغنا به جنتك و من اليقين ما تهون به علينا مصيبات الدنيا و متعنا باسمنا

عنا و ابصارنا و قوتنا ما احييتنا و اجعله الوارث منا و اجعل ثارنا على من ظلمنا
وانصرنا على من عادانا و لا تجعل مصيبتنا في ديننا و لا تجعل الدنيا اكبر
همنا و لا مبلغ علمنا و لا تسلط علينا من لا يرحمنا. آمين و صلى الله على
النبي الكريم

سيفي الحط دهر افي كتاب و تبلى اليد مني في التراب
في البيت الذي يقرأ كتاب دعالي بالخلاص من الحساب
و قد فرغت من الكتابة يوم الخميس وقت الضحى برقم ۱۴۲۹/۲/۲۰ هـ
من صفر المظفر المطابق لتاريخ
28/2/2008 من فبرائر.

گل روز اینڈ سنز کمپوزنگ سنٹر پشاور



مصنف کی دیگر مطبوعات



بہترین کمپوزنگ، ڈیزائننگ اور پرنٹنگ
کی سہولت موجود ہے

نبی اللہ ﷺ کی سہولت

جی ٹی روڈ پشاور 0314-9074877